۱۰ اکتوبر ۱۹۸۰

26/15

قال تعالى

في كتابه الكريم

وأتموا الحج والعمرة لله

فإن أحصرتم فما استيسر من الهدي ولا تحلقوا رءوسكم حتى يبلغ الهدي محله فمن كان منكم مريضا أو به أذى من رأسه ففدية من صيام أو صدقة أو نسك فإذا أمنتم فمن تمتع بالعمرة إلى الحج فما استيسر من الهدي فمن لم يجد فصيام ثلاثة أيام في الحج وسبعة إذا رجعتم تلك عشرة كاملة ذلك لمن لم يكن أهله حاضري المسجد الحرام

واتقوا الله واعلموا أن الله شديد العقاب

احادیث الرسول صلی اللہ علیہ وسلم

محمد سعید الرحمٰن علوی

کسی چیز کا ملنا ــــــ اور مانگنا

عن عبد اللہ بن عامر الیحصبیؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قَالَ سَمِعْتُ مُعَاوِیَۃَ رضی اللہ تعالیٰ عنہ یَقُوْلُ اِیَّاکُمْ وَاَحَادِیْثَ اِلَّا حَدِیْثًا کَانَ فِیْ عَھْدِ عُمَرَ فَاِنَّ عُمَرَ کَانَ یُخِیْفُ النَّاسَ فِی اللّٰہِ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واصحابہ وسلم وَھُوَ یَقُوْلُ ۔ ۔ ۔ ۔ اِنَّمَا اَنَا خَازِنٌ فَمَنْ اَعْطَیْتُہٗ عَنْ طِیْبِ نَفْسٍ فَمُبَارَکٌ لَّہٗ فِیْہِ وَمَنْ اَعْطَیْتُہٗ عَنْ مَسْئَلَۃٍ وَّشَرَہٍ کَانَ کَالَّذِیْ یَاْکُلُ وَلَا یَشْبَعُ (مسلم ص ۳۳۳ ج ۱)

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عامرؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنا آپ فرماتے تھے لوگو! تم روایت حدیث کے معاملہ میں غایت درجہ احتیاط سے کام لو۔ ہاں وہ احادیث بیان کرو جو حضرت [illegible]ظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں شائع و ذائع تھیں کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایسے بزرگ تھے جو لوگوں کو اللہ تعالیٰ سے بہت ڈراتے تھے۔ میں نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ ۔ ۔ ۔ یقیناً میں خازن ہوں جس کو میں اپنی خوشی سے کوئی چیز دیتا ہوں تو وہ اس کے حق میں بہت ہی برکت والی ہے اور جس کو اس کے سوال یا اس کے شر سے بچنے کے لیے کچھ دیا جاتا ہے تو اس کی مثال اس شخص کی مانند ہے جو کھاتا تو ہے لیکن اس کا پیٹ نہیں بھرتا۔"

گذشتہ ہفتہ جو حدیث پاک نقل کی گئی تھی اس میں یہ ذکر تھا کہ جو شخص جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف غلط بات کی نسبت کرتا ہے وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے۔ یہ اور اس قسم کے ارشادات ہیں جن کی بنا پر حدیث کے روایت کرنے میں غایت درجہ احتیاط کی تلقین کی جاتی تھی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسی بات کی طرف توجہ دلائی کہیں ایسا نہ ہو کہ اس میں من گھڑت اور موضوع روایات کی آمیزش ہو جائے۔ چونکہ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ "اشداھم فی امر اللہ" تھے اس لیے آپ نے فرمایا کہ جو روایات عام طور پر دورِ فاروقی میں شائع و ذائع تھیں انہیں البتہ بلاجھجک نقل کرو کیونکہ ان کے زمانہ میں من گھڑت چیزوں کو حدیث کا عنوان دے کر معاشرہ میں پھیلانا کسی کے بس کی بات نہ تھی ــــ اس سے آگے جو روایت ہے اس کا ایک حصہ تو وہی ہے جو پہلے آ چکا ہے یعنی "انما انا قاسم واللہ یعطی"۔ دوسرا حصہ یہ ہے۔ جس میں فرمایا گیا ہے کہ میں خازن ہوں۔ جس کا مفہوم یہ ہے کہ آپ اللہ کے نبی تھے اللہ تعالیٰ نے آپ کو جو علوم و کمالات عطا فرمائے تھے ان کی اشاعت و ترویج اور ان کو لوگوں تک پہنچانا آپ کے فرائض

(باقی ۹ پر)

جلد ۲۶ ٭ شمارہ ۱۵
۲۹ ذیقعدہ ۱۴۰۰ھ ۱۰ اکتوبر ۱۹۸۰ء

اس شمارہ میں

رئیس الادارہ
"پیر طریقت حضرت مولانا عبید اللہ انور مدظلہ"

مدیر منتظم : میاں محمد اجمل قادری
مدیر : محمد سعید الرحمٰن علوی

بدل اشتراک | سالانہ -/۶۰ روپے ، ششماہی -/۳۰ روپے ، سہ ماہی -/۱۵ روپے ، فی پرچہ ۱/۵۰

اہلِ مدارس کی ذمہ داریاں

اللہ تعالیٰ نے امت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والتحیہ کو "خیر امت" کے لقب سے نوازا کیونکہ حق کی دعوت نیکی کا حکم اور برائی سے روکنا اس امت کے خمیر میں شامل ہے۔

قرآن عزیز میں سرورِ کائنات علیہ السلام کو "بلّغ ما أنزل" کا حکم دیا گیا اور آپ نے اپنی حیات مستعار کا ایک ایک لمحہ اس حکم ربانی کی تعمیل میں گزار دیا۔ جب آپ کے دنیا سے جانے کا وقت آیا تو آپ نے اپنے تربیت یافتہ حضرات کو یہ ذمہ داری سونپی لیکن حکم مبارک کا انداز عام تھا تاکہ یہ سلسلۂ خیر قیامت تک رواں دواں رہے۔

الحمد للہ کہ امت کی تاریخ اس معاملہ میں بڑی روشن اور تابناک ہے اور امت کے افراد نے ہر دور میں اس ذمہ داری کو احسن طریق سے نبھایا۔ قریبی دور میں ایسے ایسے واقعات ظہور پذیر ہوئے کہ عقلیں دنگ رہ گئیں۔ حضرت مولانا شاہ محمد اسماعیل شہید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مسجد شاہجہانی دہلی سے تقریر کرکے نکل رہے تھے کہ ایک ضعیف العمر شخص لاٹھی کے سہارے آپ ہی سے مخاطب کرکے وعظ کے متعلق پوچھنے لگا آپ نے اس کے جذبہ صادقہ کے تحت کم و بیش دو گھنٹہ کی تقریر اس ایک آدمی کے سامنے دہرادی۔ حضرت شیخ الاسلام مولانا مدنی قدس سرہٗ نے

آسام و بنگال کے دور دراز علاقوں میں جس طرح تکلیفیں برداشت کر کے اور کئی کئی گھنٹے سفر کر کے چند چند افراد کے سامنے کمال نشاط سے وعظ اور تقریریں فرمائیں اس کے جاننے دیکھنے والے ان دیار میں ابھی ان گنت لوگ موجود ہیں۔

حضرت الامام لاہوریؒ قدس سرہٗ نے برصغیر میں بے پناہ تبلیغی سفر کیا لیکن واقعہ یہ ہے کہ کبھی کسی سے سفر خرچ نہیں لیا کسی کا کھانا نہیں کھایا۔ گھر سے گڑ اور چنے لے کر چلنا اور اللہ کی بات کہہ کر واپس آجانا آپ کا طرۂ امتیاز تھا۔

برصغیر کے سب سے بڑے خطیب امیر شریعت تھے جنہوں نے بقول خود سال کے ۳۶۵ دنوں میں ۳۶۶ تقریریں کیں اس سلسلے میں بلا مبالغہ انہوں نے ہزاروں میل کا سفر کیا لیکن اپنا حال یہ تھا اور اپنے رفقاء کو یہ نصیحت فرماتے کہ آمد و رفت کا کرایہ گھر سے لے کر چلو! آپ اپنے میزبانوں پر کبھی بار نہ بنے اور جو روکھا پھیکا سامنے آیا اللہ کا شکر ادا کر کے کھا لیا حضرت شیخ الہندؒ کے گلستان کے گل سرسبد مولانا محمد الیاس قدس سرہٗ نے جو ریت قائم کی اور جو جوت جگائی اس کی تو مثال ملنی مشکل ہے اور وہ محنت اب رنگ لا رہی ہے اور دنیا کے گوشہ گوشہ میں اللہ کا پیغام پہنچ رہا ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ خلوص و سے جو کام کیا جائے اس کے اثرات ضرور مرتب ہوتے ہیں۔ اور کسی کی محنت رائیگاں نہیں جاتی۔

یہ بڑی رنج دہ اور پریشان کن صورت حال ہے کہ اب پیشہ ور واعظین و مقررین کے ایک طبقہ نے اس انتہائی مقدس کام کو اپنے طرز عمل سے رسوا کر دیا ہے اور اس قسم کے افراد کی حرکات کی وجہ سے عام لوگ اچھے اثرات قبول نہیں کرتے

حالت یہ ہے کہ ہر واعظ دعوت دینے والوں سے ہوائی جہاز کے ٹکٹ یا ریل کے اعلیٰ درجہ کے ٹکٹ کا مطالبہ کرتا ہے اور ہر اس کی آمد سے پہلے اس سے وابستہ قوال نما نعت خوان پہنچ جاتا ہے۔ وہ جلسہ کے منتظمین کو واعظ صاحب کی خوراک کے معاملہ میں ہدایات دیتا ہے اور پھر جب واعظ صاحب کی رخصتی کا وقت ہوتا ہے تو وہ بڑی بے تکلفی بلکہ گستاخی معاف بے شرمی سے حق الخدمت کے معاملہ میں جھگڑنا شروع کر دیتا ہے اور اب تو ایسی شکایات ہیں کہ اگر کہیں ذرا سی بے تکلفی ہوتی ہے تو داعی حضرات کی جیبوں تک نام نہاد مقررین کے ہاتھ پہنچ جاتے ہیں۔

ملک کے مختلف حصوں سے جب اس قسم کے واقعات ہمارے علم میں آتے ہیں تو از حد تکلیف ہوتی ہے یہ صحیح ہے کہ اکابر کی مقدس زندگیوں کی جھلک بعض اللہ کے بندوں کے کردار میں نظر آ ہی جاتی ہے لیکن بالعموم جو لوگ اس میدان میں معروف نظر آتے ہیں ان کا حال ایسا ہی ہے جیسا کہ عرض کیا گیا۔

اس طرز عمل سے اہل دین اور خود دین کو جتنا نقصان پہنچ سکتا ہے اس کا ان نادان دوستوں کو شاید علم نہیں اور اگر علم ہے تو وہ ہوس زر کا اتنی بری طرح شکار ہیں کہ خوفِ خدا اور محاسبۂ آخرت کا انھیں احساس نہیں شکایت کنندگان سے جب کہا جاتا ہے کہ اس قسم کے لوگوں کا بائیکاٹ کریں تو اچھے آدمی نہ ملنے کی

(باقی ۱۰ پر)

مجلسِ ذکر

ضبط و ترتیب : سلیم

اپنی اصلاح اور دوسروں کو حق کی تلقین!

پیرِ طریقت حضرت مولانا عبید اللہ انور دامت برکاتہم

الحمد للہ وکفیٰ وسلامٌ علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ، اما بعد: فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم:—

کنتم خیر امۃ اخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنھون عن المنکر وتؤمنون باللہ۔ (پ۴ ع۲)

ترجمہ: تم ہو بہتر سب امتوں سے جو بھیجی گئی عالم میں حکم کرتے ہو اچھے کاموں کا اور منع کرتے ہو بُرے کاموں سے اور ایمان لاتے ہو اللہ پر۔

(حضرت شیخ الہندؒ)

اللہ تعالیٰ نے تم کو تمام امتوں میں بہتر امت اس لیے قرار دیا ہے کہ تم خود نیکی کے کام کرتے ہو۔ نماز کی پابندی کرتے ہو، روزہ رکھتے ہو اور دوسروں کو بھی نیک کاموں کی تلقین کرتے ہو۔ خود ہر قسم کی برائی سے بچتے ہو اور دوسروں کو بھی بُرے کاموں کفر، شرک، بدعات، ہر قسم کی بداخلاقی اور نامعقول باتوں سے روکتے ہو۔ بُرے کاموں سے روکنا کئی طرح ہوگا۔ کبھی زبان سے، کبھی ہاتھ سے، کبھی قلم سے اور کبھی تلوار سے۔ غرض ہر قسم کا جہاد اس میں شامل ہے۔ یہ صفت صرف امتِ محمدیہ میں پائی گئی ہے۔ پہلی امتوں میں اس کی نظیر نہیں ملتی۔ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں برائیوں کو مٹانے کے لیے قوت و طاقت عطا فرمائے۔ آمین!

افسوس ہے کہ آج ہم تعلیماتِ اسلامی سے دور ہوتے جا رہے ہیں۔ ہم نے قرآن کی تعلیم اور سنتِ نبویؐ کو چھوڑ دیا ہے اللہ تعالیٰ کے رسولؐ نے مسلمانوں کو شاندار حکومت قائم کر کے دکھائی۔ عرب و عجم میں اسلام پھیلا۔ اس وقت مسلمان مٹھی بھر تھے، لیکن عامل تھے۔ اللہ اور رسولؐ کے سچے عاشق تھے۔ نیکی کے کاموں میں ایک دوسرے پر سبقت لے جانے والے تھے۔ عمل کی وجہ سے دنیا پر قابض تھے۔ آج مسلمانوں کی تعداد ۹۰ کروڑ ہے، قرآن کی تعلیم کو چھوڑ رکھا ہے، اسی لئے دنیا میں ذلیل و خوار ہو رہے ہیں۔ ایران و عراق کی جنگ اور افغانستان سب مسلمان حکمرانوں کا کفار کی شہ پر اپنے مسلمانوں کا خون کرنا نہایت افسوسناک ہے، یہ ہماری بدقسمتی ہے۔ وجہ صرف یہی ہے کہ ہم نے دین اسلام سے منہ موڑ لیا ہے۔

اسلام کا حکم یہ ہے کہ اگر مسلمانوں میں آپس میں جھگڑا ہو جائے تو اللہ اور اس کے رسولؐ کی طرف رجوع کرو—مسلمانوں کو آپس میں بیٹھ کر اپنے جھگڑے اور اختلافات کو قرآن و سنت کی روشنی میں ختم کرنا چاہیئے نہ کہ ایک دوسرے کا خون بہائیں۔

آج اس بات کی ضرورت ہے کہ ہم پہلے اپنی اصلاح کریں

نماز کی پابندی کریں۔ سودی کاروبار سے بچیں۔ قرآن کی تعلیمات پر سختی سے عمل کریں اور دوسرے مسلمان بھائیوں کو نیک عمل کی دعوت دیں۔ اللہ تعالیٰ تبلیغی جماعت کے بزرگوں کا سایہ دیر تک قائم رکھے اور ان سے ہماری وابستگی قائم رکھے۔ ہمیں ان کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

جب دو مسلمان آپس میں ملیں ایک دوسرے کو اپنے قول و فعل سے سچے دین اور ہر معاملہ میں سچائی اختیار کرنے کی تاکید کرتے رہیں اور حق کے معاملہ میں اور شخصی و قومی اصلاح کے راستہ میں جس قدر سختیاں اور دشواریاں پیش آئیں ان کو پورے صبر و استقامت سے برداشت کریں اور ہرگز نیکی کے راستے سے قدم ڈگمگانے نہ پائیں۔ آمین!

وَ اٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ ط

آدم کے لئے فخر یہ عالی نسبی ہے
مکّی، مدنی، ہاشمی و مطلبی ہے

پاکیزہ تر از عرش و سما، جنتِ فردوس
آرام گہِ پاک رسولِ عربی ہے

آہستہ قدم، نیچی نگاہ، پست صدا ہو
خوابیدہ یہاں روحِ رسولِ عربی ہے

اے زائرِ بیتِ نبویؐ یاد رہے یہ
بے قاعدہ یاں جنبشِ لب بے ادبی ہے

کیا شان ہے اللہ رے محبوبِ نبیؐ کی
محبوبِ خدا ہے وہ جو محبوبِ نبیؐ ہے

بجھ جائے ترے چھینٹوں سے اے ابرِ کرم آج
جو آگ میرے سینے میں مدّت سے لگی ہے

خطبہ جمعہ

ضبط و ترتیب : علوی

قربانی ـــــ اللہ کے نزدیک محبوب عمل

○ جانشین شیخ التفسیر حضرۃ مولانا عُبید اللہ انور مدظلہم ○

اما بعد :۔

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم : بسم اللہ الرحمٰن الرحیم :۔

وَلِكُلِّ اُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا ... تا ... وَبَشِّرِ الْمُحْسِنِيْنَ ۝ صدق اللہ العظیم

محترم حضرات! سورہ الحج کی آیات ۳۴ تا ۳۷ تلاوت کی گئیں۔ پہلے ان کا ترجمہ ملاحظہ فرمائیں :۔

" اور ہر امت کے لئے ہم نے قربانی مقرر کر دی تھی۔ تاکہ اللہ نے جو چارپائے انہیں دئے ہیں ان پر اللہ کا نام یاد کیا کریں۔ پھر تم سب کا معبود تو ایک اللہ ہی ہے پس اسی کے فرمانبردار رہو اور عاجزی کرنے والوں کو خوشخبری سنا دو۔ وہ لوگ جب اللہ کا نام لیا جائے تو ان کے دل ڈر جاتے ہیں اور جب ان پر مصیبت آئے تو صبر کرنے والے ہیں اور نماز قائم کرنے والے ہیں اور جو کچھ ہم نے انہیں دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں ـــ

اور ہم نے تمہارے لئے قربانی کے اونٹ کو اللہ کی نشانیوں میں سے بنایا ہے تمہارے لئے ان میں فائدے بھی ہیں۔ پھر ان پر اللہ کا نام کھڑا کر کے لو۔ پھر جب وہ کسی پہلو پر گر پڑیں تو ان میں سے خود کھاؤ اور صبر سے بیٹھنے والے اور سائل کو بھی کھلاؤ۔ اللہ نے انہیں تمہارے لیے ایسا مسخر کر دیا تاکہ تم شکر کرو ـــ

اللہ کو نہ ان کا گوشت اور نہ ان کا خون پہنچتا ہے البتہ تمہاری پرہیزگاری اس کے ہاں پہنچتی ہے۔ اسی طرح انہیں تمہارے تابع کر دیا تاکہ تم اللہ کی بزرگی بیان کرو اس پر کہ اس نے تمہیں ہدایت کی اور نیکوں کو خوشخبری سُنا دو۔ (حضرت لاہوری قدس سرہ)

خلاصہ آیات

حضرت لاہوری قدس سرہٗ نے قرآن مجید کے جو مختصر حواشی لکھے ہیں اور جنہیں ہر مکتبہ فکر کے اہل علم نے پسندیدگی کی نظروں سے دیکھا اور اپنی رائے لکھی۔ اس میں آپ نے کمال یہ کیا کہ ہر آیت کا خلاصہ چند چند لفظوں میں لکھ دیا ہے۔

یہ چند چند الفاظ درحقیقت دریا بکوزہ کی مثال ہیں ـــ ان چاروں آیات کا خلاصہ حضرت ہی کے الفاظ میں پیش خدمت ہے

(آیت ۳۴) خدائے قدوس کے نام پر قربانی کا رواج ہر امت میں رہا ہے اور ایسی تواضع کرنے والوں کے لیے بارگاہِ الٰہی سے بھی پیغام بشارت ہے۔

(۳۵) ان متواضعین کے یہ اوصاف ہیں (یعنی اللہ کے نام پر قلوب کا ہیبت الٰہی سے

ڈر جانا، مصائب پر صبر کرنا، نماز قائم کرنا اور اللہ کے دیے ہوئے مال میں سے خرچ کرنا ان تواضع اور عاجزی کرنے والوں کی صفات ہیں)

(۳۶) قربانی کے جانور شعائر اللہ میں سے ہیں ان کے ذبح کرنے کا طریقہ اور تقسیم گوشت کا طریقہ بتلایا گیا ہے (یعنی اونٹ چونکہ بڑا قوی ہیکل جانور ہے جس کو گرا کر ذبح کرنا خاصا مشکل امر ہے اس لیے اللہ نے یہ طریقہ سکھلایا کہ اسے کھڑا کر کے نیزہ وغیرہ سے نحر کر لو اس کے بعد وہ گر جائیگا تو صاف کر کے استعمال میں لاؤ)

(۳۷) اللہ تعالےٰ کے ہاں تمہارے جذبات صادقہ کی قدر ہے جو قربانی کرا رہے ہیں۔

قربانی سابقہ امتوں میں

پہلی آیت میں اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ ہم نے ہر امت کے لیے قربانی کا طریقہ مقرر فرمایا۔ گویا کوئی امت ایسی نہ تھی جس میں قربانی کا رواج نہ ہو۔ حضرت آدم علیہ السلام جو پہلے پیغمبر اور تمام انسانوں کے باپ ہیں۔ ان کے دور کی قربانی کا ذکر سورہ مائدہ کی آیت ۲۷ میں ہے۔ جہاں اللہ تعالیٰ نے ان کے دو لڑکوں کی قربانی کا ذکر کیا ہے جن میں سے ایک کی منظور ہو گئی اور دوسرے کی رد۔

اسی طرح بعض دوسرے صحائف وغیرہ میں دوسری امتوں کی قربانیوں کا ذکر ہے۔ جس قربانی کا ہمارے یہاں رواج ہے اس کا نکتۂ آغاز حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ہوا جب انہوں نے اللہ کے حکم سے اپنے فرزند ارجمند حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو راہِ حق پر قربان کرنا چاہا لیکن اللہ تعالےٰ نے "ذبح عظیم" کے ذریعہ انہیں بچا لیا لیکن اس رسم عاشقی کو آنے والی نسلوں کے لیے جاری و ساری رکھا۔ یہ واقعہ بڑی تفصیل کے ساتھ سورۂ صافات میں موجود ہے۔

حضرت خلیلؑ اور مسلمان

حضرت خلیل علیہ السلام اور آنحضرت سرکار دو عالم علیہ السلام کی امت کا آپس میں گہرا ربط ہے۔ سورۂ بقرہ کے پندرھویں رکوع کی آخری آیات میں بناء کعبہ کے ذکر میں ان کی کچھ دعاؤں کا ذکر ہے جن میں سے ایک دعا کعبہ کی مقبولیت کے متعلق ہے ایک امتِ مسلمہ سے متعلق اور ایک نبی آخر الزمان کی بعثت سے متعلق جب کہ کچھ اور دعائیں بھی ہیں اللہ تعالےٰ نے ان تمام دعاؤں کو شرفِ قبولیت سے نوازا۔ سرکارِ دو عالمؐ خود اپنی ذات کے متعلق فرماتے ہیں کہ "میں اپنے باپ ابراہیم علیہ السلام کی دعاؤں کا ثمر و نتیجہ ہوں۔ اور جہاں تک ملت مسلمہ کا تعلق ہے اس کے متعلق سورۂ حج کے آخری رکوع میں اس ملت کا امتیازی اور خصوصی نام مسلمان رکھنے سے متعلق موجود ہے کہ ابراہیم علیہ السلام نے ہی تمہارا نام مسلمان رکھا۔

اس گہری نسبت کے پیشِ نظر قربانی کا وہ عظیم عمل ہمیں ورثہ کے طور پر ملا ہے۔ چنانچہ جب سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ اس قربانی کی حقیقت و اصلیت کیا ہے تو آپؐ نے جواب میں فرمایا کہ یہ تمہارے باپ ابراہیم علیہ السلام کا طریقہ ہے۔ مزید آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ اس کے ایک ایک بال پر تمہیں اللہ کی طرف سے اجر و ثواب ملتا ہے۔

اصل چیز

اصل چیز رضاء الٰہی ہے جسے اللہ نے "رضوانٌ من اللہ اکبر" فرمایا۔ اس کے پیش نظر اللہ کا ہر حکم ہمارے لئے واجب و ضروری ہے۔ لوگ

لوگ قربانی کے متعلق

وسیوں قسم کے اعتراض کرتے ہیں۔ جو سب لغو اور بے ہودہ ہیں مالک کی مرضی اس میں ہے تو یہی درست ہے اور پھر ملت کو جو اصل سبق ہے وہ یہ ہے کہ اس طرح انسان میں وہ جذبات پیدا ہوتے ہیں کہ وہ دین کی سربلندی کی خاطر اور مالک کے حکم کے لیے سب کچھ قربان کر سکتا ہے نیز اس ذریعہ سے امت کے غرباء کی عام بھائی اور کھال وغیرہ سے ان کی خدمت اور ان کے ساتھ تعاون کی راہیں پیدا ہوتی ہیں جس کا ذکر ان آیات میں موجود ہے۔ اللہ نے فرمایا کہ گوشت خود بھی استعمال کرو اور صبر سے بیٹھنے والوں اور سائلوں کو بھی کھلاؤ تاکہ وہ ان ایام میں کسی قسم کا احساس محرومی کا شکار نہ ہوں۔

خاص بات

لیکن خاص بات جس کی طرف قرآن نے توجہ دلائی وہ ہے دل کا معاملہ۔ دیکھنا یہ ہے کہ قربانی کس جذبہ سے کی جا رہی ہے اگر تو اللہ کی رضا پیش نظر ہے تو فائدہ ہی فائدہ ہے لیکن محض گوشت پوست کا جہاں تک تعلق ہے اگر نیت میں بگاڑ اور فساد ہو تو پھر کوئی فائدہ نہیں اس لئے اصلاح نیت اور شرکا کے عقیدہ و ایمان کی چھان پھٹک ضروری ہے ورنہ نقصان ہوگا۔

چونکہ عید کے ایام سر پر ہیں۔ اس لیے وقت سے پہلے چند گذارشات پیش خدمت ہیں۔ تاکہ آئندہ کے لیے بہتر طیاری ہو سکے۔

اللہ تعالے توفیق عمل سے نوازے۔

بقیہ : احادیث الرسولؐ

میں شامل تھا نیز مسلم معاشرہ کی فلاح و بہبود اور اس کے اجتماعی مفادات کی غرض سے مختلف مناصب پر لوگوں کو متعین کرنا اور ان سے کام لینا بھی آپ ہی کا کام تھا۔ سیرت نبویؐ کو پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ مختلف لوگوں کی مختلف ذمہ داریوں پر تقرری فرماتے۔ اور وہ حضرات بلا حیل و حجت ان ذمہ داریوں کے پورا کرنے میں جُت جاتے۔ لیکن یہ سب کچھ ایسے ہوتا تھا کہ کوئی شخص کبھی آپ سے کسی ذمہ داری کو سنبھالنے کی درخواست نہیں کرتا تھا بلکہ آپ کی نگاہ انتخاب جس پر پڑتی وہی اس کام کو سرانجام دیتا اور اپنی سعادت تصور کرتا۔ اسلامی معاشرہ میں لوگوں کا عہدہ و منصب کی تلاش میں سرگرداں ہونا ایک عجیب سی بات ہے اور یہ انہونی بات ہمارے یہاں اس وقت سے رواج پذیر ہوئی ہے۔ جب ہم مغربی جمہوریت کے والا و شیدا ہوئے ہیں اب ہم میں سے ہر میرو فقیر کا یہ حال ہے کہ وہ تلاش منصب میں سرگرداں ہے۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اس قسم کے لوگوں کا یہ حال ہے گویا کھایا تو سہی لیکن پیٹ نہیں بھرا۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ جس شخص کو اس کی اہلیت کی بنا پر کوئی ذمہ داری سونپی جاتی ہے اللہ تعالے اس کے معین و مددگار ہوتے ہیں اور اس کی امداد فرماتے ہیں، توفیق الٰہی اس کام کی انجام دہی اس کے لیے آسان فرما دیتی ہے۔ اس کے برعکس جو مانگ کر کوئی ذمہ داری لیتا ہے تو قدرت کی امداد و نصرت اس کے شامل حال نہیں ہوتی اور وہ معاملہ خود اسی کے سپرد کر دیا جاتا ہے۔ ظاہر ہے کہ جب نصرتِ خداوندی سے کوئی محروم ہو جائے تو پھر معاملات کی انجام دہی بھی ایسی ہی ہوتی ہے کہ انسان قدم قدم پر ٹھوکریں کھاتا ہے اور بسا اوقات برے انجام سے دو چار ہو کر رہ جاتا ہے۔

اللہ تعالے انجام کی خرابی سے بچائے۔ آمین

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

ناپ تول میں کمی،

اللہ کے آخری سچے نبی حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ و اصحابہ وسلم کا ارشاد ہے کہ "جو شخص غنی اور تونگری چاہتا ہو اُسے تجارت کرنی چاہیے" آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بھی تجارت فرمائی اور سچے تاجروں کے لیے خوشخبری دی کہ وہ "صبح قیامت میں انبیاء، صدیقین اور شہداء کے ساتھ ہوں گے"۔

ناپ تول اور تجارت کا آپس میں گہرا تعلق ہے اس لیے اللہ تعالیٰ اور اس کے نبیوں نے ناپ تول پورا کرنے پر بہت زور دیا۔ قرآن نے حضرت شعیب علیہ السلام کے واقعات ذکر کیے اور بتلایا کہ ان کی قوم کا بنیادی جرم شرک اور ناپ تول میں کمی تھی۔ جب سمجھانے کے باوجود وہ لوگ باز نہ آئے تو ان پر "کڑک" کا عذاب آیا اور اچھی بھلی قوم صبح کے وقت اوندھے مُنہ پڑی تھی اور اس طرح وہ صفحہ ہستی سے مٹ گئی اور قرآنِ کریم نے ناپ تول میں دو قسم کے پیمانے رکھنے والوں کیلیے "جہنم" کی وعید سنائی یعنی ایسے لوگ جو لینے دینے کے پیمانے الگ الگ رکھتے ہیں وہ جہنم کا ایندھن بنیں گے ـــــ حضور علیہ السلام نے کاروبار میں "فریب" سے منع کیا اور فرمایا کہ "تمہارے دو کام ایسے ہیں جن کے سبب تم سے پہلی قومیں ہلاک ہوئیں یعنی شرک اور ناپ تول میں کمی خبردار تم ایسا نہ کرنا۔ **ناپ تول** میں کمی کے متعلق اللہ اور اس کے آخری رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ فرمایا، وہ آپ نے دیکھ لیا اب اپنا جائزہ لیں تو کوئی تاجر اس سے مستثنیٰ نظر نہیں آئے گا کسی نہ کسی طریقہ سے دھوکہ اور فریب ہماری تجارت کا لازمی حصہ بن چکا ہے اور ہمیں ذرہ برابر ندامت نہیں ہوتی۔

ناپ تول میں کمی، اپنے سامان کے عیب کو چھپانا، ذخیرہ اندوزی، گراں فروشی، سود و سٹہ اور چور بازاری جیسے جرائم خوبصورت عنوانات کے ساتھ کیے جاتے ہیں اور ان پر فخر محسوس کیا جاتا ہے ـــــ ڈریں اس دن سے جس دن اللہ تعالیٰ "میزانِ عدل" قایم فرمائیں گے اور ہر کسی کو اس کے کیے کی سزا بھگتنا پڑے گی۔

اللہ تعالیٰ اصلاحِ احوال کی توفیق نصیب فرمائے۔

مفت ملنے کا پتہ: صدیقی ٹرسٹ ـــ ٹھٹائی کمپاؤنڈ ـــ ایم اے جناح روڈ ـــ کراچی پاکستان

قربانی کی شرعی حیثیت

مولانا سید حامد میاں مدظلہم

جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں، کہ جو عمل انسان نحر والے دن کرتے ہیں ان میں اللہ تعالےٰ کو اہراقِ دم (خون کا بہانا) یعنی قربانی کرنی سب سے زیادہ محبوب ہے اور (فرماتے ہیں کہ) قیامت کے دن اس جانور کے سینگ، بال، اور کھُر بھی نیکی بنا کر پیش کیے جائیں گے جس کی قربانی دی گئی ہوگی۔ آگے فرماتے ہیں کہ یہ خون جو تمہیں بہتا ہُوا نظر آتا ہے، زمین پر گرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کے یہاں ایک خاص مقام حاصل کر لیتا ہے۔ فطیبوابہا نفسًا۔ پس اس سے تم خوش رہو۔ دل میں کدورت، ملال یا کراہیت پیدا نہ ہونے دو۔

کتب حدیث میں قربانی کے بہت سے فضائل ذکر ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے امّت کو قربانی کرنے کی بہت تاکید فرمائی ہے۔ یہ قربانی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یادگار ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو عالم رویا میں یہ حکم ملا کہ اپنے بچے کو میرے نام پر قربان کر دو۔ پیغمبر کا خواب وحی ہوتا ہے۔ اس لیے آپ فوراً تعمیل حکم کے لیے تیار ہوتے اور اپنے لختِ جگر حضرت اسمٰعیل علیہ السلام سے فرمایا۔ یٰبُنَیَّ اِنِّیْٓ اَرٰی فِی الْمَنَامِ اَنِّیْٓ اَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰی۔ اے بیٹے! میں نے خواب میں دیکھا کہ تجھ کو ذبح کرتا ہوں۔ اب دیکھ تیری کیا رائے ہے؟ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام نے جواب دیا۔ یٰٓاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ سَتَجِدُنِیْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِیْنَ — ابّا جان! آپ کو جو حکم ملا ہے اسے پورا کیجیے، اگر اللہ نے چاہا تو آپ مجھے صابرین میں سے پائیں گے۔

اس کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی آنکھوں پر پٹی باندھی تاکہ اپنے صاحبزادے کا منہ سامنے نہ رہے اور محبت جوش نہ کرے۔ پھر اسمٰعیل علیہ السلام کو پیشانی کے بل لٹایا اور چھری چلانی شروع کی۔ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے گلے پر باوجودیکہ بار بار چھری چلائی مگر وہ کھال پر اثرانداز نہ ہوئی۔ اتنے میں جبرئیل علیہ السلام بہشت سے دنبہ لائے اور اس طرح حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے بجائے دنبہ ذبح ہو گیا۔ اللہ تعالےٰ کو اپنے پیغمبر کا یہ عمل بہت پسند آیا ارشاد فرمایا۔ یٰٓاِبْرٰهِیْمُ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْیَا۔ اے ابراہیم! (علیہ السلام) تُو نے خواب کو سچا کر دکھایا۔ تُو نے ہمارے حکم کو پورا کیا۔ ارشاد ہے۔ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ — ہم نیکوکاروں کو اسی طرح بدلہ دیتے ہیں۔ یعنی انہیں آزمائشوں میں پورا اُترنے کی توفیق بخشتے ہیں۔ ہم نیکوکاروں پر بڑی آزمائشیں بھیجتے ہیں۔ پھر انہیں ہمت اور استقامت دیتے ہیں۔ آزمائشوں میں انہیں کامیاب کرتے ہیں اور اس طرح ان کے درجات بلند کرتے ہیں۔

پھر ارشاد ہے۔ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْبَلٰٓؤُا الْمُبِیْنُ۔ بلاشبہ یہ کھلی ہوئی آزمائش

یعنی ایسی زبردست آزمائش ہے۔ جس کے بڑے ہونے میں کسی کو شک نہیں ہو سکتا۔ وَفَدَیْنٰہُ بِذِبْحٍ عَظِیْمٍ۔ اور ہم نے ان کی جان کے بدلہ میں ایک بڑی قربانی کر دی۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یہ اعجوبۂ روزگار اطاعت خداوند کریم کو پسند آئی اور جو چیز انہیں پسند آتی ہے اسے دوام اور ہمیشگی بخشتے ہیں اور یادگار کے طور پر باقی رکھتے ہیں — جیسے کہ حاجی صفا و مروہ کے درمیان دوڑتے ہیں۔ یہ دوڑنا حضرت ہاجرہ کی ایک یادگار ہے۔ آپ حضرت اسمٰعیل (علیہ السلام) کے لئے پانی کی تلاش میں اس جگہ دوڑی تھیں اللہ تعالےٰ کو آپ کا یہ دوڑنا پسند آیا اس لئے ہر حاجی کو اس مقام پر دوڑنے کا حکم ہے تاکہ اس کی یاد باقی رہے۔ بعد کے پیغمبر بھی ایسا کرتے رہے ہیں۔ یعنی اس مقام پر دوڑ لگاتے رہے ہیں۔ یہ گویا ایک طرح کا اعزاز ہے جو حضرت ہاجرہ رضؓ کو نصیب ہوا ہے۔ ایسا ہی ابراہیم علیہ السلام کی اس عظیم قربانی کی یاد باقی رکھی، اسے رواج بخشا۔ اس دن جو اس مقام پر ہو یعنی مکہ میں وہ بھی قربانی کرے۔ اور جو وہاں نہ ہو وہ بھی — وَتَرَکْنَا عَلَیْہِ فِی الْاٰخِرِیْنَ۔ اور ہم نے یہ (قربانی) ان کے طریقہ پر بعد والوں میں باقی چھوڑ دی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب تک حیات رہے قربانی دیتے رہے اور تمام صحابہ کرام رضؓ بھی قربانی کرتے رہے ہیں۔ صحابہ کرام رضؓ جہاں بھی ہوتے اس دن قربانی ضرور کرتے۔ خیرالقرون سے لے کر اب تک تمام مسلمان (دنیا کے جس حصہ میں بھی ہوں) یہ عمل کرتے چلے آ رہے ہیں۔ یہاں تک کہ اس دن کا نام "یوم النحر" یعنی قربانی کا دن پڑ گیا۔ گویا قربانی ایسی چیز ہے کہ جس کا ثبوت ہمیں تواتر سے ملا ہے تواتر کا مطلب یہ ہے کہ ہر زمانہ میں مسلمانوں کی بہت زیادہ تعداد اس پر عمل پیرا ہو رہی ہو۔ اور یہ بات ہر دور اور ہر جگہ کے مسلمانوں کو معلوم ہے کہ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) قربانی کرتے تھے اور امت کو اس کا حکم دیا ہے۔

اسی طرح مسواک ہے۔ سب کو معلوم ہے کہ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) مسواک کیا کرتے تھے۔ کوئی مسلمان خود مسواک کرے یا نہ کرے مگر اسے یہ ضرور معلوم ہے کہ مسواک سنّت ہے۔ ایسا ہی ختنہ، اذان اور داڑھی وغیرہ ہر جگہ کے لوگوں کو اس بات کا علم ہے کہ یہ چیزیں مسنون ہیں۔ اور ایسی چیزیں جن کا ثبوت اس طرح پر ہو یعنی تواتر سے ہو انہیں شعائر اسلام کہتے ہیں (یعنی اسلام کی خصوصی علامات و نشانیاں) ایسی چیزوں پر عمل کرنا ہر مسلمان کے لیے ضروری ہوتا ہے تاکہ ترکِ سنّت یا ترکِ واجب کے وبال سے بچا رہے۔ ان کا نہ کرنا گناہ ہوتا ہے اور ان کے حق اور صحیح ہونے کا اعتقاد رکھنا فرض ہوتا ہے اور ان کے انکار سے کفر لازم آتا ہے۔ تو یہ کہنا کہ قربانی کا ثبوت نہیں کفر ہے۔ بلکہ قربانی کے ثبوت کا اعتقاد رکھنا فرض ہے کیونکہ اس کا ثبوت تواتر سے معلوم ہو چکا ہے — ہاں یہ علیحدہ بات ہے کہ قربانی کو سنّت سمجھے یا واجب۔ جیسے کہ حنفی حضرات واجب سمجھتے ہیں اور دیگر ائمہ سنّت۔

اللہ تعالےٰ ہر نیک کام کی توفیق بخشیں اور ہمارا خاتمہ ایمان کے ساتھ ہو۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

قسط

قرآن مجید سے بڑھکر کوئی انقلابی کتاب نہیں ہے

تقریر :۔ حضرت مولانا محمد عبید اللہ انور صاحب، دامت برکاتہم

تحریر :۔ محمد عثمان غنی بی اے، واہ کینٹ

حضورؐ کے جاں نثار صحابہؓ

ایک صحابی ہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے، شروع ہی سے ان کا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دوستی، پیار و محبت کا معاملہ تھا۔ اس نے اپنے چچا سے کہا کہ مجھے حضورؐ کی دعوت میں بڑی صداقت نظر آتی ہے، میں کلمہ پڑھنا چاہتا ہوں، مسلمان ہونا چاہتا ہوں تو چچا نے کہا میں تمہیں پھر بخشوں گا نہیں اور یہ جائیداد تمہارے باپ کی ہے یہ سب چھین چھنا لوں گا اور تمہیں یہاں سے بالکل خالی ہاتھ نکلنا پڑے گا۔ انہوں نے کہا کہ مجھے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے پر ایک دفعہ نظر کرنے سے جو لذت ملتی ہے یہ دنیا و مافیہا کی دولتیں اور دنیا و مافیہا کے جو اسباب ہیں اس کے سامنے کوئی حیثیت نہیں رکھتے۔ چنانچہ تم میرا سب کچھ لے لو۔ حتےٰ کہ اس کے ظالم چچا نے کپڑے بھی اتروا لیے۔ ان کی ماں زندہ تھی اس بے چاری نے ایک چادر اس کو دی، آدھی اس نے نیچے اور آدھی اوپر باندھ لی اور اللہ کے دین کے لیے نکل کھڑا ہوا یہ ہے انقلاب جس نے اتنا بڑا ایثار پیدا کر دیا کہ سب کچھ چھوڑ دیا اور اللہ کے دین اور قرآن کے لیے تن من دھن نثار کرنے کو تیار ہو گئے۔ چنانچہ اس صحابیؓ کے لیے حضورؐ نے ذُو البِجَادِیْن کا لفظ استعمال کیا یعنی دو چادر کے ٹکڑوں والا۔

تزکیہ کا مفہوم

تو یہ ہے انقلاب کی قرآن کی حیثیت اس وقت بھی تھا اور اب بھی ہے۔ چشمِ فلک نے اس سے بڑی انقلابی کتاب پیدا نہیں کی لیکن اس کے لیے ضرورت ہے۔ اَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ۔ (آل عمران ۱۳۹) اللہ کا وعدہ آج بھی وہی ہے اللہ کی طاقت آج بھی وہی ہے۔ اس وقت ہم قرآن کے ساتھ مخلص تھے قرآن کو اوڑھنا بچھونا بنایا ہوا تھا۔ قرآن کے سامنے سرِ تسلیم خم کرتے تھے جو جھگڑا فساد ہوتا فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ (النساء ۵۹) سارے جھگڑے ختم ہو جاتے جب اللہ کا حکم آتا تھا آج ہماری سیاست، آج ہمارے جھگڑے، کہنا کچھ اور کرنا کچھ، بتانا کچھ عمل کچھ کرنا یہ ہمارا قول و فعل کا تضاد ختم ہو سکتا ہے تزکیے کی برکت ہے۔ حضرت ابراہیمؑ نے دعا کی۔ رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيْهِمْ (البقرہ ۱۲۹) اے اللہ میری نسل امت میں سے ایک نبی پیدا فرمائیو جو لوگوں کو تیری کتاب پڑھائے اور پھر اس کا مفہوم و مطلب بتائے حکمتِ قرآن کے مطابق زندگی کا عمل ان کو سکھائے اور ان کا تزکیہ کرے تمام انبیاء کی تعلیمات کا عطر، جو ہر ایک لفظِ تزکیہ میں محفوظ اللہ نے کر دیا یُزَكِّيْهِمْ کا اور قرآن کا اگر ساتھ ساتھ یہ سلسلہ چلے یعنی قول و فعل کا تضاد ختم کرنے کے لیے۔ قرآن کا ظاہر — الفاظ — اور اس کا باطنی عمل جو ہے، ہر چیز ایسی ہے کہ اس کو آپ کو صاف ہی کرنا پڑتا ہے آپ روٹی کھاتے ہیں تو برتن دھوتے ہیں کپڑے آپ پہنتے ہیں، غسل کرتے ہیں، ہر چیز ظاہر میں پاک کرنی پڑتی ہے۔ اسی طرح سے کسی چیز میں حضرت فرمایا کرتے تھے مکھن ڈالنا ہے، گھی ڈالنا ہے، آپ نے عطر ڈالنا ہے تو مٹی کے تیل والی بوتل میں آپ عطر نہیں ڈالیں گے آپ اس کو مانجھیں گے صاف کریں گے۔ پھر جس دل میں اللہ کا نام ڈالنا ہے تو اس کو تو

بہت ذکیؐ مصطفےٰ ہونا چاہیئے اس لیے جہاں
اللہ کا نام اللہ اللہ کرنا ہے پہلے اللہ والے
تزکیہ کرانے سے پہلے پھر ان کو بیعت کرتے
ہیں۔ توبہ کی میں نے کفر سے، شرک سے،
ہر قسم کی بدعت سے اور پھر اس کے بعد اللہ
کی نام کی برکت سے' حضور کا فرمان ہے کہ
ہر چیز کا کوئی نہ کوئی زنگ دُور کرنے والا
ہے اور دلوں کا زنگ اللہ کا نام دُور کرتا
ہے۔ لِكُلِّ شَيْءٍ صِقَالَةٌ وَصِقَالَةُ
الْقُلُوبِ ذِكْرُ اللهِ ۔ اس ذکر اللہ کی
برکت سے پھر وہ وہ چیزیں حاصل ہوتی ہیں
جس طرح میں نے تھوڑا سا تذکرہ کیا۔

ایک مجذوب کا واقعہ

چنانچہ حضرت قاضی صاحب کے جو
یہاں میں بیٹھا ہوا انوار برستے ہوئے دیکھ
رہا ہوں اللہ کی رحمت سے۔ ایک واقعہ
حضرت رحمۃ اللہ کا ہے جو میں نے حضرتؒ
سے سنا اور حضرت مولانا اسحٰق صاحب
مانسہرہ کے جو خطیب ہزارہ تھے حضرت
قاضی صاحب کی برکت سے وہاں بھی جانا ہوتا
تھا جب تک حضرت قاضی صاحب وہاں
پر ایبٹ آباد میں تشریف فرما تھے یہ واقعہ
یوں ہے کہ حضرت فرمانے لگے کہ ایک دن
میں سریاں اوجھڑیاں والے بازار سے گذر رہا
تھا یہ ایک بازار ہے جہاں کا علم الدین شہیدؒ
ہے۔ جس نے ایک کافر کو جس نے حضورؐ کے
خلاف ایک سَبّ وشتم سے بھری ہوئی
کتاب چھاپی اور اس نے اس کا کام تمام
کیا تھا۔ انگریز کا قانون دفاع نہ کر سکا
لیکن اس نے پھر دفاع اور تحفظ کیا پھر
اس کو ججوں نے کہا اور بیرسٹروں اور وکیلوں
نے کہ تم بیان بدل دو ہم بچالیں گے۔
اس نے کہا نہیں مجھے تو خواب میں حضورؐ
فرماتے ہیں کہ تمہارا منتظر ہوں تم آؤ۔
میں نے تو شہادت پانے کے لیے یہ قتل
کیا تھا میں بیچنے بچانے یا بیان بدلنے
کے لیے بالکل تیار نہیں ہوں اور پھر لاہور
میں علم الدین شہیدؒ کا جنازہ اٹھایا کہتے
ہیں حضرت لاہوریؒ کا جنازہ اٹھا ہے ع

عاشق کا جنازہ ہے ذرا دھوم سے اٹھے

یہ وہ عاشق رسولؐ تھے ایک تو بڑھا ہی تھا۔
یعنی ۔ نومید ہم مباش کہ رندان بادہ نوش
ناگاہ بیک خروش بمنزل رسیدہ اند

وہ ناگاہ بیک خروش پہنچ گیا اور حضرتؒ
نے تو چالیس سال الحمد للہ بلکہ اس سے بھی
زیادہ دینِ متین کی خدمت کی نو سال کی عمر
میں اللہ کا نام سیکھنے کا حضرت دین پوریؒ
سے شرف حاصل ہوا۔ میرے ہاتھوں میں
وفات ہوئی اللہ اللہ کرتے ہوئے گئے
ساری زندگی اللہ کا نام پڑھا اللہ کا نام
سکھایا۔ قرآن پڑھا' قرآن پڑھایا۔ بس یہی
ان کا معمول رہا۔ پنجابی میں کہا کرتے تھے
کہ میرے باپ نے مجھے پیدائش سے پہلے
دین کے لیے وقف کیا میں ساری زندگی
"دکھ بھن کے دنیا دی خاطر دوہرا نہیں کیتا"
قرآن ہی پڑھا، قرآن ہی پڑھایا اور اللہ
کے لیے پڑھایا، اللہ کے لیے پڑھا اور اللہ
تعالیٰ نے رزق' انبیاء کرام کا جو طریقہ
تھا دیا اس کو علیٰ منہاج النبوۃ کہتے تھے
کہ میں نے فیصلہ کیا ہے اپنے اور اپنی اولاد
کے لیے کہ دین پڑھا کے لینا کچھ نہیں۔ اللہ
رزق جہاں سے دے کچا دے، پکا دے
دے نہ دے۔ جس حال میں رکھے میں خوش
ہوں۔ لاہور میں بڑے فاقے بھی آئے لیکن
تربیت تھی اللہ والوں کی کتنے فاقے حکایت
حال بھی شکایت نہ ذوالجلال ہے' اپنے عزیزوں
تک کو کانوں کان خبر نہیں ہونے دی۔
اس کے بعد پھر خدا کی رحمت کے دروازے
کھل گئے۔ فرماتے تھے حضرت امروٹیؒ کی
خدمت میں جاکے عرض کیا کہ یہ صورت
ہے انہوں نے سورۃ یٰسین پڑھنے کی اجازت
دی اس کے بعد پھر لہر بہر ہوگئی۔ مسجدیں
بن رہی ہیں، مدرسے بن رہے ہیں،
بیواؤں اور یتامیٰ کو لاکھوں روپے تقسیم
ہو رہے ہیں۔ اب قاضی صاحب پر وہی
فیضان اللہ کی رحمت کا ہے کہ پانچ چھ
مسجدیں راستے میں دیکھ کے آئے ہیں۔
مسجدیں اللہ کے نام سے شروع کر رہے
ہیں۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کا
فرمان ہے اَلسَّعْيُ مِنِّي وَالْاِتْمَامُ مِنَ اللهِ
کوشش ہمارا کام تکمیل اس مالک و خالق
کا کام ہے۔ یہ مسجد اور مدرسہ جب شروع
ہوا تھا تو بے سرو سامانی میں ہوا تھا آج
الحمد للہ یہ کھڑا ہے اس طرح انہوں نے
کئی مدرسے شروع کیے۔ بس بنیاد یہ رکھ
دیتے ہیں۔ نیو اٹھا دیتے ہیں آگے اللہ
تعالیٰ خود تکمیل فرما دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ
دلوں کے جاننے والے ہیں نیتوں کے جاننے
والے ہیں ـــــ تو بہر حال حضرتؒ کا یہی
طریق کار تھا ـــــ تو وہ فرمانے لگے کہ میں
سریوں والے بازار میں سے گزر رہا تھا تو
ایک درویش بیٹھا ہوا تھا بڑی کریہہ منظر شکل

اور اس نے لباس ایسا پہنا ہوا تھا کچھ بے ٹھکانہ سا۔ تو میں ٹھٹھرا سا گیا اس نے یوں میرا ہاتھ مضبوطی سے پکڑ لیا اور میرے ساتھ چلتا آیا۔ مسجد تک۔ کہنے لگا میں آپ کی مسجد میں درس میں آتا ہوں اور جس وقت آپ بیان فرماتے ہیں قرآن یا حدیث بیان فرماتے ہیں۔ حضرتؒ کی عادت تھی کہ حدیث بھی ساتھ رکھا کرتے تھے مشکوٰۃ شریف تو جو حدیث قرآن کی تشریح کے لیے ضروری سمجھتے تو قرآن کے بعد حدیث کی بھی تلاوت فرماتے۔ پھر دونوں کے جوڑ کا مفہوم بیان فرماتے۔ حضرتؒ کا عام طریقہ یہ تھا۔ تو اللہ کی قدرت وہ فرماتے ہیں کہ جب حدیث پڑھ کے، قرآن پڑھ کے، آپ سانس لیتے ہیں تو میں دیکھتا ہوں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شبیہہ مبارک میرے سامنے آتی ہے اور اُن کا کلمہ میرے کانوں میں سنائی دیتا ہے کہ صَدَقْتَ کہ تو نے ٹھیک بیان کیا ___ وہ مجذوب تھا ___ کبھی کبھی لاہور آتا۔ کبھی کسی ہیئت میں کبھی کسی ہیئت میں۔ حضرتؒ نے فرمایا میں نے اُن سے کہا جی آپ رہنے والے کہاں کے ہیں؟ انہوں نے کہا جی میں ایبٹ آباد میں چار پانچ میل باہر ایک پہاڑ کے اندر میرا قیام ہے لیکن چونکہ میری ڈیوٹی کبھی کسی ملک میں کبھی کسی ملک میں ہوتی ہے۔ (ترقی کرتے کرتے وہ کہیں سے کہیں پہنچ گیا) یہ اللہ تعالیٰ کا نظام تشریع ہے۔ ایک نظام تکوین ہے بعض لوگوں کو اللہ تعالیٰ نظام تکوین اور تشریع دونوں میں جوڑ دیتے ہیں۔ ایسے بھی اللہ والے موجود ہیں اور وہ اس نظام تکوین کا ذمہ دار تھا۔ تو بعد میں حضرت فرماتے تھے اس کا عہدہ بہت اونچا بڑھ گیا تو وہ کبھی کبھی آتا حضرتؒ سے ملنے کے لیے، تو حضرتؒ سے اس نے اصل بات یہ کہی کہ میں یہاں سریوں والے بازار میں بیٹھا رہتا ہوں، لوگ گزرتے ہیں انسانی ڈھانچے ہیں۔ مجھے کوئی کتا نظر آتا ہے کوئی سؤر نظر آتا ہے، کوئی بلّا یا پلّا نظر آتا ہے اور میں بیٹھا رہتا ہوں۔ اللہ کی قدرت دیکھتا رہتا ہوں اور یہ بڑے بڑے واقعات اکابر کے ایسے پیچھے بھی سنے جاتے ہیں۔ یہ کوئی مستبعد بات نہیں۔ بہرحال حضرتؒ نے فرمایا میں چاہتا ہوں کہ سالانہ آپ سے ملاقات ہو۔ انہوں نے کہا کہ میں پانچ سات دنوں کے لیے آتا ہوں سال ڈیڑھ سال کے بعد، تو آپ کو تو میں ملنے کو تیار ہوں، اور تو کسی کو بتانا نہیں۔ تو حضرتؒ کو جگہ بتائی۔ تو حضرتؒ سال کے سال اس کے پاس تشریف لے جاتے تھے۔ چنانچہ ڈاکٹر محمد رمضان تھے وہاں ایبٹ آباد میں۔ ان کے ہاں قیام فرماتے اور کئی کئی دن رہتے تو خطیب ہزارہ صاحبؒ سے جب ملاقات ہوئی، حضرت قاضی صاحب کے توسل سے تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے ان سے پوچھا کہ حضرتؒ آپ کہیں اتنا قیام نہیں فرماتے جتنا ایبٹ آباد میں رہتے ہیں، بات کیا ہے؟ تو انہوں نے فرمایا کہ لاہور میں یہ واقعہ پیش آیا اس نے مجھے جگہ بتائی تھی میں سالانہ امتحان کرانے کے لیے آتا ہوں کہ وہ کہتا ہے کہ لوگ میرے سامنے سے گزرتے ہیں تو کوئی مجھے کتا نظر آتا ہے، کوئی بلا کوئی پلا، کوئی سؤر کوئی مجھے بھیڑیا نظر آتا ہے تو میں امتحان کرانے آتا ہوں۔ امتحان کی شکل یہ ہے کہ ظہر یا عصر کی ایک نماز آتی ہے اس کو جلیبیوں اور دودھ کا شوق ہے۔ اب دائیں بائیں دوکان نہیں، بازار نہیں، کافی دور جا کر کے شہر سے باہر ایک پہاڑی پہ چھوٹا سا چھپر بنایا ہوا ہے۔ تو گرم گرم دودھ اور گرم گرم جلیبیاں دیتا ہے میں حیران ہوتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ شکر خوروں کو شکر دیتا ہے سنتے آئے تھے، اور وہ اپنے ہاتھوں کھلاتا ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ ظہر یا عصر کی ایک نماز آتی تو میں کہتا آپ پڑھائیں وہ کہتا آپ پڑھائیں عموماً میرے پیچھے نماز پڑھتا تو میں امتحان دے کے یہ سمجھتا کہ اگر میں کتا، بلا، یا سؤر ہوتا، تو میرے پیچھے یہ شخص نماز نہ پڑھتا اس امتحان کے لیے سالانہ آتے تھے۔

شریعت کی پابندی کرتا ہے

محمد شفیع عمرالدین (میر پور سندھ)

✻✻✻✻✻✻✻✻✻✻✻✻✻✻✻✻✻✻✻✻✻✻✻✻✻

حضرت سیدنا و مرشدنا امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ "مستقیم الاحوال صوفیاء کرام اپنے احوال میں، اعمال میں، اقوال میں اور علوم و معارف میں شریعت کی حدود کے باہر قدم نہیں رکھتے۔ وہ جانتے ہیں کہ حال کی خرابی سے ہی شریعت کے برخلاف قدم اٹھایا جاتا ہے۔ اگر حال کی خرابی اور اس میں خلل پیدا نہ ہوتا تو شریعت حنافی کے خلاف بالکل قدم نہ اٹھتا۔ حاصل کلام شریعت کے خلاف ہونا (زندقہ) بے دینی کی دلیل ہے۔ اور الحاد (دین سے ہٹ جانا) کی علامت ہے۔" (از مکتوب ۲۸۹۔ دفتر اول)

نیز آپ کا ارشاد گرامی ہے کہ:

"اپنے ظاہر کو ظاہر شریعت سے، اور اپنے باطن کو باطن شریعت یعنی حقیقت سے آراستہ پیراستہ رکھیں۔ کیونکہ حقیقت اور طریقت دونوں سے مراد حقیقتِ شریعت اور طریقتِ شریعت ہی ہے۔ ایسے ہرگز نہیں کہ شریعت ایک علیحدہ امر ہے۔ اور حقیقت و طریقت دونوں علیحدہ باتیں ہیں ایسا سمجھنا الحاد اور زندقہ ہے۔"

لہذا آپ نے فرمایا کہ:

"طریقت و حقیقت" جن سے حضرات صوفیائے کرام ممتاز ہوتے ہیں وہ دونوں شریعت کے خادم ہیں..... لہذا طریقت و حقیقت دونوں کے حاصل کرنے کا مقصد شریعت ہی کی تکمیل ہے۔ اس کے علاوہ اور کوئی امر نہیں" (از مکتوب ۳۶۔ دفتر اول)

ایک دوسرے مکتوب میں آپ نے فرمایا کہ:

"طریقت اور شریعت دونوں ایک دوسرے کی عین ہیں اور سرِ مو (بال بھر) ان دونوں میں مخالفت نہیں۔ فرق صرف اجمال، تفصیل، استدلال اور کشف کا ہے۔ جو کچھ بھی شریعت کے مخالف ہے وہ "مردود" ہے۔ جس چیز کو شریعت نے رد کر دیا ہے وہ زندقہ (بے دینی) ہے۔

حضرت خواجہ محمد معصوم سرہندی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

"نجات کو اتباعِ سنت و اجتناب از بدعت میں یقین کرو۔ اہل بدعت اور ملاحدہ سے تعلقِ صحبت نہ رکھنا، اس لیے کہ یہ لوگ دین کے چور ہیں۔ (از مکتوب ۸۹۔ دفتر دوم)

نیز آپ نے فرمایا کہ:

"اور کتاب اور سنت کی دو شمعوں کے درمیان چلے، "تاکہ بدعت کی تاریکیوں اور شیاطین کی راہوں میں مبتلا نہ ہونے پائے۔" (از مکتوب ۴، دفتر سوم)

حضرات بزرگ تو ملحدوں کی لکھی ہوئی کتابوں کے پڑھنے سے بھی رکتے ہیں تاکہ یہ دین کے چور، بندے کا دین برباد نہ کر ڈالیں۔

صوفی سید محمد عابد میاں نقشبندی ایک ملحد کی توبہ کا واقعہ یوں بیان فرماتے ہیں۔

"اور معاذ اللہ، جس کے دل میں دین کے معاملہ میں کسی قسم کا شبہ ہوتا ہے اس بدنصیب کے لیے موت کا وقت بڑا ہی سخت ہوتا ہے۔ اور اگر ایسے لوگوں کا ایمان موت کے وقت سلب ہو جاتا ہے۔ پھر وہ کیسی بُری موت مرتے ہیں، جس کے تصور سے ہی کلیجہ منہ میں آجاتا ہے

چنانچہ ایک مشہور فلسفی اپنا واقعہ یوں لکھتا ہے کہ "مجھے مرنے کے وقت فرشتوں کے حاضر ہونے اور قبر میں مردوں کے زندہ ہونے، اور فرشتوں اور جنوں اور جنت اور دوزخ کے موجود ہونے میں، بعض ملحدوں کی کتابوں کے مطالعہ سے شبہ پیدا ہوا۔ پھر تو یہاں تک نوبت پہنچی کہ ایک شب کو میں ان ملحدوں کی تائید میں کچھ لکھنے لگا۔ افسوس! وائے بدقسمتی! کہ جن چیزوں کو اللہ تعالیٰ کے کروڑوں بلکہ بے شمار مقبول اور صالح بندے قبول کرتے ہوئے آئے ہیں، اور ان کے سلف بھی قبول کر رہے ہیں۔ میں ان کے انکار پر تیار ہوگیا اور میری ناقص عقل کے اندھے گھوڑے مجھے کانٹوں کے اندھیرے جنگل میں دوڑانے لگے۔ پھر مجھے جب نیند کا غلبہ ہوا تو میں قلم چھوڑ کر لیٹ گیا۔

اللہ تعالیٰ کا فضل میرے شاملِ حال ہوا چونکہ میری قسمت میں بھلائی لکھی ہوئی تھی جس کے باعث فوراً ہی مجھے متنبہ اور خبردار کیا گیا۔ ہوا یوں کہ آنکھ لگتے ہی میں نے دیکھا کہ دو نہایت ہی بدصورت، نہایت زور آور اور نہایت ہی قوی ہیکل شخص، جن کی آنکھوں سے آگ کے شعلے نکل رہے تھے، میرے سرہانے آکر کھڑے ہوگئے اور ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ یہ وہی بے ادب ہے، جن باتوں کو سب حضراتِ انبیاء علیہم السلام، اور لاکھوں علماء، اور لاکھوں صوفیاء، اور لاکھوں عابد اور لاکھوں زاہد اور لاکھوں عارف اور لاکھوں اہلِ کشف، اور لاکھوں روشن ضمیر، اور لاکھوں قطب اور لاکھوں ابدال اور لاکھوں استاد اور لاکھوں محقق اور مدقق اور کروڑوں مومن اور کروڑوں مسلمان اور کروڑوں عاقل اور کروڑوں فاضل سچے دل سے قبول کرتے چلے آئے ہیں وہ ایسی چیزوں کے انکار پر اپنے قلم کو غلط چلاتا ہے لہٰذا ایسے بے ادب لوگ جس طرح موت سے مرتے ہیں، اس کی تلخی اسے بے ادب کو بھی چکھاؤ۔ یہ کہہ کر انہوں نے جب ایک بڑی میری گردن پر پھیرنا چاہی، تب میں نہایت ہی شدت کے ساتھ چیخ چیخ کر، توبہ اور استغفار کرنے لگا۔

چنانچہ توبہ اور استغفار ہی پڑھتے ہوئے میں بیدار ہوگیا۔ اور میں نے دیکھا کہ میرا تمام جسم پسینہ میں غرق ہے اور میرے گرد میرے گھر والے ہیبت زدہ کھڑے ہیں۔ میں نے بیدار ہونے کے بعد غسل کیا، اور رحمٰن و رحیم کا نہایت ہی خلوص کے ساتھ شکریہ ادا کیا اور اپنے مذکورہ بُرے عقیدوں سے ہمیشہ کے لیے تائب ہوگیا۔ اور قرآنِ مجید اور حدیث شریف کو سچے معنوں میں اپنا رہبر بنا لیا۔ پھر میں دین کے اس علم مبارک کی جستجو میں ہمہ تن مصروف ہوگیا۔ جس کی شعاعوں سے سینہ اور دل روشن ہو جاتے ہیں۔ اور جس کی خوشبو سے باطن معطر ہو جاتا ہے۔"

(انوار العارفین)

حاصل کلام فعل، قول اور اعتقاد [۴]

بقیہ : اداریہ

شکایت ہوتی ہے اور ظاہر ہے کہ اچھے نہ ہوں گے تو ایسے لوگوں کی چاندی ہوگی اس کے لیے ضروری ہے کہ مدارس عربیہ اس طرف توجہ دیں اور دعوت و تبلیغ کے میدان میں جو خلا ہے اسے پُر کرنے کے لیے اس قسم کا ذوق رکھنے والے طلبہ کی خاص انداز پر تربیت کریں غالباً ملک میں ایک آدھ مدرسہ ایسا ہے جس میں اس طرح کا انتظام ہے۔ ملک کے بڑے بڑے مدارس اپنے بے پناہ وسائل کو اچھے مدرسین اچھے خطباء، اچھے اہلِ قلم اور زندگی کے دوسرے میدانوں کے لیے اچھے کارکن پیدا کرنے کا جامع منصوبہ بنائیں۔ تاکہ کسی میدان میں کوئی خلا محسوس نہ ہونے پائے اور ہر شعبۂ حیات کے لیے اچھے افراد مل سکیں اگر مدارس نے اس طرف خصوصی توجہ نہ کی تو ان کی افادیت ختم ہو جائے گی اور قوم جس خلوص سے ان کے ساتھ تعاون کرتی ہے وہ جذبہ سرد پڑ جائے گا اور اس سے ناقابلِ تلافی نقصان پہنچے گا۔

۴- میں شریعت کی سرِمو بھی مخالفت نہ کریں۔

مولوی بشیر احمد قادری فقیروالی

قاسم بن عبدالرحمٰن حنفی المتوفی ۱۷۵ھ

آپ حضرت عبداللہ بن مسعود کی اولاد میں سے تھے۔ آپ کی کنیت ابوعبداللہ تھی، آپ علم حدیث میں ماہر و حاذق اور فقہ و لغت و عربیت و شعر میں امام کامل ہونے کے ساتھ ساتھ سخاوت و مروت، عبادت و ریاضت اور زہد و تقویٰ میں بھی بے نظیر تھے۔ آپ امام اعظم کے ان اصحاب میں سے تھے جن کے بارے میں آپ نے فرمایا تھا

"انتم مسار قلبی و جلاء حزنی۔ (الفوائد البہیہ ص۱۲۶)

آپ لوگ میرے غموں کا مداوا ہیں اور میرے دل کے لیے باعث سرور وحبور ہیں"۔

امام ابوحاتم، حضرت قاسم بن معن کے بارے میں فرماتے ہیں۔

"ثقة من اروی الناس للحدیث والشعر واعلمهم بالعربیة والفقه (تذکرہ ص۲۳۹ جلد اول)

آپ ثقہ تھے، اور حدیث اور شعر کے بہت بڑے راوی اور عربیت و فقہ کے بہت بڑے عالم تھے"۔

ابن سعد فرماتے ہیں

"کان عالماً بالحدیث و الشعر والفقه و ایام الناس ثقة (تہذیب التہذیب ص۲۳۹ ج۱)

آپ حدیث، شعر، فقہ اور تاریخ کے بہت بڑے عالم تھے۔

وکان علی قضاء الکوفة وکان لا یأخذ علی القضاء اجراً (فوائد البہیہ ص۱۲۶)

آپ کوفہ کے قاضی تھے اور (غایت تقویٰ و ورع کی بنا پر) تنخواہ کے بغیر قضاء کے امور انجام دیتے تھے۔ علامہ ذہبی ان کو حفاظ حدیث میں شمار کرتے ہوئے الامام، العلامہ، قاضی الکوفہ اور احد الاعلام جیسے عظیم القاب سے یاد کرتے ہیں۔

علامہ یاقوت فرماتے ہیں۔

کان من علماء الکوفة فی العربیة واللغة والفقه والحدیث والشعر والاخبار، ومن الزهاد والمتقات، ولم یکن له بالکوفة نظیر (بحوالہ الفوائد البہیہ ص۱۲۶)

آپ عربیت، لغت، فقہ، حدیث شعر اور تاریخ میں کوفہ کے بڑے علماء میں شمار ہوتے تھے، اور آپ بڑے زاہد اور ثقہ تھے، کوفہ میں آپ کی نظیر نہ تھی"۔

مسلک

آپ حنفی المسلک تھے، اور امام اعظم کے خاص شاگرد ہیں۔ علامہ یاقوت فرماتے ہیں۔

وکان حنفیا وولی القضاء فلم یرزق علیه شیئا (بحوالہ الفوائد البہیہ ص۱۲۶)

آپ مسلک کے اعتبار سے حنفی تھے، اور (کوفہ) کے قاضی مقرر ہوئے۔ لیکن قضاء پر تنخواہ نہیں لیتے تھے بلکہ بلا معاوضہ امور قضاء انجام دیتے تھے۔

امام حفص بن غیاث حنفی المتوفی ۱۹۴ھ

حفص بن غیاث بن طلق بن معاویہ نخعی کوفی اپنے زمانہ کے بہت بڑے عالم محدث، عابد و زاہد، متقی و متورع شخص تھے، اور آپ بھی امام اعظم کے

ان شاگردوں میں سے ہیں، جن کے بارے میں امام صاحب نے فرمایا تھا "انتم مسار قلبي وجلاء حزني" تم میرے لیے مسرت کا باعث اور غموں کا مداوا ہو۔

آپ سے آپ کے بیٹے عمرو، امام احمد بن حنبل، یحییٰ بن معین، علی بن المدینی اور یحییٰ القطان وغیرہ اہلِ عراق نے حدیث روایت کی اور اصحاب صحاح ستہ نے اپنی اپنی صحاح میں آپ سے تخریج کی (حدائق حنفیہ ص ۱۳۲)

مسلک

آپ امام اعظمؒ کے خصوصی شاگردوں میں شمار ہوتے ہیں، آپ بھی حنفی المسلک تھے۔ علامہ طاش کبری زادہ فرماتے ہیں

ومن الائمة الحنفية ابو عمرو حفص بن غياث (مفتاح السعادة ج ۲ ص ۱۱۹)

ائمہ حنفیہ میں سے ابو عمرو حفص بن غیاث بھی ہیں۔"

مولانا عبدالحی لکھنوی ان کو طبقات حنفیہ میں شمار کرتے ہیں (الفوائد البہیہ ص ۵۷)

ابن ابی شیبہ سے روایت ہے کہ آپ کوفہ میں تیرہ سال اور بغداد میں دو برس تک دار القضا کے متولی رہے۔ آپ کی وفات صحیح قول کے مطابق ۱۹۴ھ میں ہوئی۔ نخعی آپ کو اس لیے کہتے ہیں کہ آپ عرب کے قبیلہ نخع سے ہیں۔

زبدة اہل العلم آپ کی تاریخ وفات ہے۔ (حدائق حنفیہ ص ۱۳۲)

یحییٰ بن زکریا بن ابی زائدة ہمدانی کوفی حنفی متوفی ۱۸۲ھ

آپ کی کنیت ابو سعید تھی، آپ حافظِ حدیث، فقیہ، متدین اور متورع تھے، اور آپ ان فضلائے روزگار میں شمار کیے جاتے ہیں جو حدیث و فقہ میں بے نظیر جامعیت کے مالک تھے۔

آپ کی عظمت کا اندازہ آپ کے جلیل القدر شاگردوں کے اسماء گرامی سے لگایا جا سکتا ہے، جو آسمان علم پر آفتاب و ماہتاب بن کر چمک رہے ہیں

آپ کے شاگردوں میں سے چند مشہور شاگردوں کے نام یہ ہیں۔

یحییٰ بن آدم، احمد بن حنبل، یحییٰ بن معین، علی بن المدینی، یحییٰ بن یحییٰ نیشاپوری، ابراہیم بن موسیٰ، ابوکریب، شجاع بن مخلد، سریج بن یونس، احمد بن منیع، علی بن مسلم طوسی، سوید بن سعید، یعقوب بن ابراہیم دورقی، ہناد بن السری، حسن بن عرفہ وغیرہم (تہذیب التہذیب ج ۱۱ ص ۲۰۹)

علی بن مدینی

علی بن مدینی فرماتے ہیں کہ کوفہ میں امام سفیان ثوری کے بعد یحییٰ بن زکریا سے بڑھ کر حدیث میں کوئی مضبوط اور ثبت نہ تھا، انہی کا قول ہے کہ ان کے زمانہ میں ان پر علم ختم ہو گیا (تاریخ بغداد ج ۱۴ ص ۱۱۵)

آپ کے بارے میں چند اکابر محدثین کی آرائے گرامی ملاحظہ فرمائیے،

یحییٰ بن معین

عثمان دارمی کہتے ہیں کہ میں نے یحییٰ بن معین سے دریافت کیا کہ کیا اسماعیل بن زکریا آپ کو زیادہ محبوب ہیں یا یحییٰ بن ابی زائدہ۔ یحییٰ بن معین نے فرمایا کہ مجھے یحییٰ بن ابی زائدہ زیادہ محبوب ہیں۔ (تہذیب التہذیب ج ۱۱ ص ۲۰۹)

امام عجلی

امام ابن عجلی فرماتے ہیں کہ یحییٰ بن ابی زائدہ ان لوگوں میں سے ہیں جو حدیث و فقہ کے جامع تھے، اور کوفہ کے حفاظِ حدیث میں شمار ہوتے تھے، اور یہ ثقہ، ثبت اور صاحب سنت تھے۔ (تہذیب التہذیب ج ۱۱ ص ۲۰۹)

امام ابن ابی حاتم

امام ابن ابی حاتم فرماتے ہیں کہ اہلِ کوفہ میں تصنیف کا شرف سب سے پہلے ان کو حاصل ہوا۔ (حوالہ مذکورہ)

اسماعیل بن حماد بن امام ابو حنیفہؒ

امام اعظمؒ کے پوتے اسماعیل بن حماد فرماتے ہیں کہ یحییٰ بن ابی زائدہ حدیث میں معطر دلہن کی طرح ہیں۔

تہذیب التہذیب ج ۱۱ ص ۲۰۹، تاریخ بغداد ج ۱۴ ص ۱۱۶

حافظ ابن کثیر

مشہور مفسر اور مورخ حافظ ابن کثیر ان کے بارے میں رقمطراز ہیں

يحيى بن زكريا ابن ابي زائدة قاضي المدائن كان من الائمة الثقات۔ (البدایہ والنہایہ ج ۱۰ ص ۱۸۴)

یحییٰ بن زکریا ابن ابی زائدہ مدائن کے قاضی تھے اور ائمہ ثقات میں سے تھے

حضرت مولانا

ذوالفقار علی

رحمۃ اللہ علیہ

علوم متداولہ کی تحصیل دہلی کالج میں

مولانا ذوالفقار علی ابتدائی تعلیم کی تحصیل کے بعد دہلی کالج میں مولانا مملوک علی کے پاس تعلیم کی غرض سے پہنچے اور مولانا مملوک علی کی خدمت میں رہ کر علوم دینیہ وعربیہ حاصل کئے۔

مولانا میاں اصغر حسین صاحب حیات شیخ الہند میں لکھتے ہیں۔ (حیات شیخ الہند از مولانا میاں اصغر حسین دارالکتب اصغریہ دیوبند ۱۹۷۷ء صلا)

"مولانا ذوالفقار علی نے دہلی کے عربی کالج میں جہاں سے بہت سے فخر روزگار علماء نکلے ہیں، استاذ العلماء والمشائخ مولانا مملوک علی صاحب سے تعلیم پائی تھی"۔

مولانا مناظر احسن لکھتے ہیں[1] (سوانح قاسمی از مناظر احسن گیلانی دادارہ دارالعلوم دیوبند ۱۳۷۵ھ صفحہ ۲۷۴ جلد دوم)

"مولانا فضل الرحمٰن (والد مولانا شبیر احمد عثمانی) اور مولانا ذوالفقار علی دونوں دہلی کالج کے صدر مولانا مملوک علی سے تلمذ رکھتے تھے"

ایک دوسرے مقام پر مولانا مناظر احسن گیلانی لکھتے ہیں[2] (سوانح قاسمی از مولانا مناظر احسن گیلانی دادارہ دارالعلوم دیوبند ۱۳۷۳ھ) جلد اول صفحہ ۲۱

"نانوتہ کے لیے تعلیمی دروازہ مولانا مملوک علی رحمۃ اللہ علیہ کی وجہ سے کھل چکا تھا، وہ دہلی میں مقیم تھے اور دہلی کی سب سے بڑی مرکزی درسگاہ "دہلی کالج" کے استاد تھے، نہ صرف نانوتہ بلکہ عثمانی شیوخ کی برادری اطراف وجوانب کے جن قصبات میں پھیلی ہوئی تھی وہاں تک کے بچے مولانا مملوک علی کے ان خاص حالات سے کافی استفادہ کر رہے تھے"۔۔۔ اس کی تشریح حاشیہ میں مولانا ان الفاظ میں کرتے ہیں۔

میرا یہ مطلب ہے کہ نانوتہ میں مظاہر العلوم کے مدرس اوّل مولانا محمد مظہر نانوتوی، احیاء العلوم وغیرہ جیسی مشہور کتابوں کے مترجم مولوی محمد احسن صدیقی نانوتوی، دیوبند میں مولانا ذوالفقار علی، مولانا فضل الرحمان اور اسی قسم کے بیسیوں بزرگ جو ہم پاتے ہیں علم وفضل کے ساتھ مشہور ہیں۔ ان میں بعض حضرات انگریزی حکومت کی طرف سے محکمہ تعلیم کے انسپکٹر بھی تھے، مثلاً شیخ الہند کے والد ماجد (مولانا ذوالفقار علی) اور حضرت مولانا شبیر احمد کے والد ماجد (مولانا فضل الرحمٰن) دونوں حضرات کا جو حال ہے، جہاں تک میرا خیال ہے اس علاقہ کی اس جدید علمی روشنی میں بہت زیادہ دخل مولانا مملوک علی کے وجود باوجود کو ہے۔ دلّی پہنچنے اور وہاں کی تعلیمی سہولتوں سے مستفید ہونے کا موقع ان بزرگوں کو بظاہر مولانا مملوک علی کی وجہ سے میسّر آیا۔"

ان آثار وقرائن کی روشنی میں ہم اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ مولانا ذوالفقار علی نے علوم متداولہ کی تحصیل دہلی کالج میں مولانا مملوک العلی سے کی تھی۔ یاد رہے مولانا مملوک علی کالج کے علاوہ گھر میں بھی طلبہ کو پڑھاتے تھے۔ یقیناً مولانا ذوالفقار علی کالج کے علاوہ مولانا سے گھر پر بھی استفادہ کرتے رہے ہوں گے۔

مولانا ذوالفقار علی نے دہلی کالج میں عربی علوم کے علاوہ مغربی علوم کی بھی تعلیم پائی تھی اور مغربی علوم سے خوب واقف تھے۔ دہلی کالج میں ابتداءً مشرقی شعبہ اور انگریزی شعبہ علیحدہ علیحدہ تھے کچھ عرصہ مغربی علوم عربی میں ترجمہ کرکے مشرقی شعبہ کے طلبہ کو پڑھاتے جاتے رہے بعد ازاں دونوں شعبوں کو ایک کر دیا گیا تھا۔۔۔ الغرض مولانا ذوالفقار علی نے مغربی علوم کی بھی تعلیم پائی تھی۔

مولانا ذوالفقار علی کے بارے میں گارساں دتاسی لکھتا ہے؎ (HISTOIRE DELA LITTERATURE HINDOUET HINDOUSTANIE VOL. 1 P. 461

بحوالہ مولانا محمد احسن نانوتوی از محمد ایوب قادری (شائع کردہ مکتبہ عثمانیہ کراچی بار اول سنہ ۱۹۶۶ء صفحہ ۲۶)

"وہ دہلی کالج کے طالب علم تھے چند سال کے لیے بریلی کالج میں پروفیسر ہو گئے سنہ ۱۸۵۷ء میں وہ میرٹھ میں ڈپٹی انسپکٹر مدارس تھے۔ مسٹر ٹیلر ان سے واقف تھے ان کا بیان ہے کہ ذوالفقار علی ذہین اور طباع ہونے کے علاوہ فارسی اور علوم مغربی سے بھی واقف تھے ان کے کلام سے قطع نظر انہوں نے اردو میں تسہیل الحساب کے نام سے ایک کتاب لکھی ہے جو بریلی سے سنہ ۱۸۵۲ء میں چھپی ہے۔ اس کو —

Tate's Postalozzian. Arithmetic by H.S. Raid

کی مدد سے تیار کیا گیا تھا۔"

دہلی کالج میں مولانا مملوک علی کا تقرر

جب سنہ ۱۸۲۵ء میں دہلی کا مشہور مرکز علم مدرسہ غازی الدین "دہلی کالج" میں تبدیل ہو گیا تو مولانا رشید الدین (استاد مولانا مملوک علی) سو روپیہ مشاہرہ پر عربی کے صدر مدرس مقرر ہوئے۔ اور نائب مدرس کی حیثیت سے مولانا مملوک علی کا پچاس روپیہ ماہوار پر تقرر ہوا۔ مولانا مملوک علی کے تقرر کی تاریخ یکم جون سنہ ۱۸۲۵ء ہے۔ بالآخر ۸ نومبر سنہ ۱۸۴۱ء کو مولانا مملوک العلی صدر مدرس قرار پائے اور سو روپیہ ماہوار ان کا مشاہرہ مقرر ہوا (بحوالہ مولانا محمد احسن نانوتوی از محمد ایوب قادری

شائع کردہ مکتبہ عثمانیہ کراچی بار اول سنہ ۱۹۶۶ء صفحہ ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۴) (ٹیلر دہلی کالج کے سب سے پہلے سیکرٹری و پرنسپل تھے)

قیاس یہ کہتا ہے کہ جس دور میں مولانا ذوالفقار علی مولانا فضل الرحمٰن اور مولانا محمد قاسم نانوتوی وغیرہم مولانا مملوک علی سے تعلیم پاتے تھے اس وقت مولانا مملوک علی دہلی کالج کے شعبہ عربی کے صدر مدرس تھے اس لیے یہ بات بھی قرین قیاس ہے کہ دیوبند اور نانوتہ کے حضرات مولانا مملوک علی کی وجہ سے تعلیمی وظائف اور دوسری سہولتوں سے مستفید ہوئے ہوں گے۔ اور دہلی کالج کے فارغ التحصیل ہونے کی وجہ سے سرکاری اداروں میں منسلک ہونے میں بھی ان کو آسانی رہی ہوگی بلکہ ان حضرات کے سرکاری اداروں میں تقرر کے لیے دہلی کالج میں تعلیم حاصل کرنے کو بھی ایک قسم

شہابی نے اپنی تالیف "غدر کے چند علماء" میں مفتی صدر الدین آزردہ کے شاگردوں میں مولانا ذوالفقار علی کا نام بھی لکھا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مولانا ذوالفقار علی نے مفتی صاحب سے بھی علمی استفادہ کیا ہے۔ لیکن افسوس کہ ہمیں یہ معلوم نہ ہو سکا کہ مولانا ذوالفقار علی نے مفتی صاحب سے کون سی کتب پڑھی ہیں۔ مفتی صدر الدین آزردہ مدرسہ دار البقاء دہلی میں عدالت کے کام سے فارغ ہو کر طلبہ کو پڑھاتے تھے؎ (۱۔ غدر کے چند علماء از مفتی انتظام اللہ دینی بک ڈپو اردو بازار دہلی صفحہ ۴۵، ۱۲۶)

مولانا ذوالفقار علی کے تعلیمی حالات کی صرف اس قدر نشاندہی ہو سکی ہے خلاصہ یہ ہے کہ ابتدائی تعلیم مکتبہ مہتابی میں اپنے بڑے بھائی مولانا مہتاب علی سے پائی۔ پھر دہلی پہنچے

شجرہ تعلیم (۲)	شجرہ تعلیم (۱)
مولانا ذوالفقار علی	مولانا ذوالفقار علی
مولانا مفتی صدر الدین آزردہ	مولانا مملوک علی
سراج الامت شاہ عبد العزیز، شاہ عبد القادر	مولانا رشید الدین خان دہلوی
حکیم الامت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی	شاہ رفیع الدین، سراج الامت شاہ عبد العزیز، شاہ عبد القادر
	حکیم الامت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی

کی سند خیال کیا گیا ہوگا اور یہ سمجھا گیا ہوگا کہ یہ حضرات دہلی کالج کے ذریعے طریقہ تعلیم وغیرہ سے واقف ہو چکے ہوں گے ورنہ قدیم طرز کے فارغ التحصیل علماء کو گورنمنٹ سرکاری عہدوں، اسکولوں، کالجوں اور محکمہ تعلیم کے ذمہ دار عہدوں پر مقرر نہیں کر سکتی تھی۔

مفتی صدر الدین آزردہ کی شاگردی

مفتی انتظام اللہ

مولانا مملوک علی سے دہلی کالج میں علوم متداولہ کی تحصیل کی نیز مفتی صدر الدین آزردہ سے بھی علمی استفادہ کیا۔

دہلی کالج کا مختصر تعارف

دہلی کالج دراصل مدرسہ غازی الدین کا نام ہے۔ یہ مدرسہ غازی الدین خاں فیروز جنگ نے قائم کیا تھا۔ ان کا سال وفات سنہ [illegible] ہے

مرحوم مدرسہ میں ہی مدفون ہوئے۔ امیر غازی الدین نواب آصف جاہ بانی خاندان حیدرآباد دکن کے والد بزرگوار تھے۔ یہ وہ علم پرور خاندان ہے جس کے فیضِ کرم سے آج بھی ہندوستان کا گوشہ گوشہ سیراب ہو رہا ہے۔ امیر غازی الدین اورنگ زیب عالمگیر کے ان محبوب و معتمد امرا میں تھے جو دربار بہادر شاہی کے بھی معتمد رکن رہے۔ — امیر غازی الدین نے یہ مدرسہ اجمیری دروازہ کے قریب قائم کیا تھا۔ مدرسہ کی عمارت کے ساتھ ایک مسجد بھی تعمیر کرائی۔

نواب اعتماد الدولہ فضل علی خاں لکھنؤ نے اس مدرسہ کے خرچ کے لیے ایک لاکھ ستر ہزار روپیہ ایسٹ انڈیا کمپنی کو دیا تھا۔ چنانچہ کمپنی کی طرف سے مقبرہ کی دیوار پر امیر کے نام کا ایک کتبہ لگایا گیا جس کی عبارت یہ ہے۔

کتبہ غازی الدین خاں

نہ بر لوحِ نقشے بماند ولیک
جزای عمل ماند و نام نیک [1]

نواب فضل علی خاں نے ۱۸۳۰ء میں جو وصیت نامہ تحریر فرمایا اس کے الفاظ یہ ہیں [2]

"میں ایک لاکھ ستر ہزار روپے کی رقم نیک نیتی سے اس کالج کے واسطے برٹش گورنمنٹ کی تحویل میں چھوڑتا ہوں جو نواب غازی الدین مرحوم نے میرے وطن دہلی میں عربی و فارسی علوم کے واسطے قائم کیا تھا۔ جو میرے مذہبی علوم ہیں اور اخلاق کے سرچشمے ہیں اور میں وصیت کرتا ہوں کہ رقم موقوفہ کا منافع ان علوم کے طلباء اور اساتذہ پر خرچ کیا جائے۔"

اس مدرسہ کا دوسرا دور ۱۷۹۲ء میں شروع ہوا اور ۱۸۲۵ء میں یہ مدرسہ دہلی کالج میں تبدیل ہو گیا جو جنگ آزادی ۱۸۵۷ء سے پہلے دہلی کی مشہور درسگاہ تھی [3]

دہلی کالج کے شعبے

تقریباً تین سال تک دہلی کالج میں صرف مشرقی علوم پڑھائے جاتے رہے۔ پھر ۱۸۲۸ء میں سر چارلس مٹکاف برٹش ریذیڈنٹ کمشنر کی سفارش پر کالج میں انگریزی جماعت کا اضافہ ہوا [4]۔ اس طرح دہلی کالج میں تعلیم کے دو شعبے ہو گئے۔ پہلے میں انگریزی اور ہندوستانی زبانوں کے علاوہ جدید یورپ کے علوم Sciences پڑھائے جاتے تھے۔ اور دوسرے میں قدیم مشرقی زبانیں یعنی عربی، فارسی اور سنسکرت پڑھائی جاتی تھیں۔ دہلی کالج کے پرنسپل مسٹر بٹروس گارسان دتاسی کے نام ایک خط میں لکھتے ہیں [5]

(۱۔ ہندوستان کی قدیم اسلامی درسگاہیں از ابوالحسنات ندوی (مطبوعہ روز بازار الیکٹرک پریس امرتسر ۱۳۴۱ھ) ص ۲۷-۲۸ ۲۔ تا ۳۔ مرحوم دہلی کالج از مولوی عبدالحق (انجمن ترقی اردو پاکستان کراچی بار سوم ۱۹۶۲ء) ص ۸، ۳۔ ایضاً ص ۱۴۱، ۴۔ ایضاً ص ۲، ۵۔ ایضاً ص ۱۵، ۶۔ ایضاً ص ۲)

"دہلی ۱۹ ستمبر ۱۸۴۱ء

دہلی کالج میں تعلیم کے دو شعبے ہیں پہلے میں انگریزی اور ہندوستانی زبانوں کے علاوہ جدید یورپ کے علوم پڑھائے جاتے ہیں اور دوسرے میں قدیم مشرقی زبانیں، یعنی عربی، فارسی اور سنسکرت پڑھائی جاتی ہیں۔ کالج میں بیس پروفیسر ملازم ہیں۔ دہلی کالج کی زیر نگرانی دو دوم درجے کے کالج بھی ہیں، ایک میرٹھ میں، دوسرا بریلی میں"

دہلی کالج انگریزی اور مشرقی شعبے کئی سال تک نصاب تعلیم میں، نیز تقریباً ہر پہلو سے جدا اور مختلف رہے۔ جب پرنسپل مسٹر بٹروس کا تقرر ہوا تو انہوں نے اس امر کی ضرورت محسوس کی کہ دونوں شعبوں کی تعلیم کو ملا کر یکجا کر دیا جائے۔ لیفٹیننٹ گورنر بہادر نے اس تجویز کو پسند کیا۔ اور اس کو قائم رکھنے کی خواہش ظاہر کی۔ نیز انہوں نے یہ خیال ظاہر کیا کہ دونوں شعبوں کو ایک ہی مکان میں ایک ہی چھت کے نیچے تعلیم دینے سے اس تجویز کی کامیابی میں زیادہ سہولت پیدا ہوگی۔ — چنانچہ ۱۸۴۲ء میں اس پر (یعنی دونوں شعبوں کے انضمام کی تجویز پر) عملدرآمد شروع ہوا [1]

کالج کے مشاہیر فضلاء

ہندوستان کے مشہور علماء و رہنما اس کالج کے فیض یافتہ ہیں جن میں خصوصیت سے مولانا فضل الرحمٰن (والد مولانا شبیر احمد عثمانی)، مولانا ذوالفقار علی، مولانا محمد قاسم نانوتوی، مولانا رشید احمد گنگوہی، مولانا محمد مظہر نانوتوی، مولانا محمد منیر نانوتوی، مولانا محمد احسن نانوتوی، مولانا محمد یعقوب نانوتوی بن مولانا مملوک علی، مولوی محمد حسین آزاد، ڈپٹی نذیر احمد مولوی ذکاء اللہ، پیرزادہ محمد حسین، خواجہ محمد شفیع اور مولوی کریم الدین پانی پتی قابل ذکر ہیں۔ [2]

(۱۔ مرحوم دہلی کالج از مولوی عبدالحق (انجمن ترقی اردو پاکستان کراچی بار سوم ۱۹۶۲ء) ص ۴۴ ۲۔ مولانا محمد احسن نانوتوی از محمد ایوب قادری (مکتبہ عثمانیہ کراچی بار اول ۱۹۶۶ء) ص ۱۷، وحیات النذیر از افتخار عالم (شمس پریس دہلی ۱۹۱۲ء) ص ۲-۹)

سلسلہ ملازمت

"ایسٹ انڈیا کمپنی کے ابتدائی دور میں محکمہ تعلیم کا کوئی وجود نہ تھا اور نہ ہی کمپنی نے اس طرف کوئی توجہ دینے کی ضرورت محسوس کی۔ لیکن آخری زمانہ میں ہندوستانیوں کی تعلیم کا خیال ضرور پیدا ہوا اور مشرقی علوم کی اعانت و حمایت کی گئی۔

دہلی، بنارس، بریلی اور کلکتہ کے کالج اُسی دور کی یادگار ہیں۔ ان درس گاہوں سے خاطر خواہ فائدہ ہوا۔

دہلی کالج کے مفید اثرات ملک میں ضرور پھیل رہے تھے، اس کی دو شاخیں بریلی اور میرٹھ میں قائم کی گئیں۔ دیسی تعلیم کی اشاعت اور ترقی میں دہلی کالج کے تعلیم یافتہ حضرات کا خاص ہاتھ رہا ہے۔ دہلی کالج کے فاضل، مدرس مولانا مملوک علی کے وطن و برادری کے جن حضرات نے مولانا سے تعلیم پائی وہ حضرات بھی تعلیمی نظام میں منسلک نظر آتے ہیں۔ مولانا فضل الرحمان دیوبندی ڈپٹی انسپکٹر مدارس رہے، مولانا مملوک علی کے صاحبزادے مولانا محمد یعقوب نانوتوی اجمیری کالج میں مدرس رہے۔ مولانا محمد احسن نانوتوی تعلیم سے فارغ ہو کر ۱۲۶۲ھ سنہ ۱۸۴۷ء میں بنارس کالج میں بحیثیت مدرس اول فارسی اُن کا تقرر ہوا۔[1]

(مولانا محمد احسن نانوتوی از محمد ایوب قادری ص ۳۸)

بریلی کالج میں

اسی طرح مولانا ذوالفقار علی دیوبندی جب دہلی کالج سے تعلیم حاصل کر کے نکلے تو بریلی کالج میں پروفیسر مقرر ہوئے۔ قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ بریلی کالج میں آپ بحیثیت پروفیسر چند سال ہی رہے ہیں۔ تلاش و تجسس کے باوجود یہ معلوم نہیں ہو سکا۔ کہ بریلی کالج میں مولانا ذوالفقار علی کا تقرر کس سنہ میں ہوا۔ تاہم سنہ ۱۸۵۱ء میں آپ بریلی ہی میں مقیم تھے اور یہیں شیخ الہند مولانا محمود حسن کی ولادت ہوئی۔

مولانا اصغر حسین حیات شیخ الہند میں لکھتے ہیں۔[2] (حیات شیخ الہند از میاں اصغر حسین دوار الکتب اصغریہ دیوبند سنہ ۱۳۶۷ھ ۱۹۴۸ء، ص ۹)

"مولانا شیخ الہند سنہ ۱۲۶۸ھ ۱۸۵۱ء میں بمقام بریلی، جب کہ آپ کے والد ماجد بوجہ ملازمت مع اہل و عیال وہاں مقیم تھے۔ عالم ظہور میں تشریف لائے۔"

محمد ایوب قادری لکھتے ہیں۔[3] (مولانا محمد احسن نانوتوی از محمد ایوب قادری ص ۴۵)

اس زمانہ میں (مولانا محمد احسن نانوتوی جب بریلی کالج میں مدرس تھے آپ بنارس سے مارچ ۱۸۵۱ء میں تبدیل ہو کر بریلی آئے تھے) بریلی میں بیرونی علماء کا خاص اجتماع تھا۔ مولانا مملوک علی کے تلامذہ میں اور مولانا محمد احسن کے احباب و ہم وطن حضرات میں کئی اشخاص بریلی میں مقیم تھے خود مولانا محمد احسن کے چھوٹے بھائی مولوی منیر بھی بریلی کالج میں بصیغہ تدریس ملازم تھے ــــ شیخ الہند مولانا محمود الحسن کے والد مولانا ذوالفقار علی دیوبندی بریلی کالج میں پروفیسر تھے۔ مولانا ذوالفقار علی کا بریلی میں کئی سال قیام رہا۔ یہ فخر سرزمین بریلی کو حاصل ہے کہ سنہ ۱۲۶۷ھ ۱۸۵۱ء میں شیخ الہند مولانا محمود الحسن بریلی میں پیدا ہوئے۔"

مندرجہ بالا اقتباس سے ہم اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ مولانا ذوالفقار علی بریلی میں بحیثیت پروفیسر کام کرتے رہے ہیں۔

مولانا سید محبوب رضوی تاریخ دیوبند میں لکھتے ہیں[4] (تاریخ دیوبند از محبوب رضوی، (ادارہ تاریخ دیوبند بار اول سنہ ۱۳۷۲ھ ۱۹۵۲ء)

(ع- ایوب صاحب نے شیخ الہند کی ولادت کا ہجری سنہ ۱۲۶۷ھ لکھا ہے لیکن حیات شیخ الہند میں میاں اصغر حسین صاحب نے سنہ ۱۲۶۸ھ لکھا ہے محبوب رضوی نے عیسوی سن سنہ ۱۸۵۳ء لکھا ہے)

حضرت شیخ الہند کی پیدائش سنہ ۱۲۶۸ھ ۱۸۵۲ء کو بریلی میں ہوئی۔ والد ماجد ذوالفقار علی صاحب بریلی میں محکمہ تعلیم میں ڈپٹی انسپکٹر تھے۔"

مولانا سید محبوب علی رضوی کے بیان کے مطابق مولانا ذوالفقار علی شیخ الہند کی ولادت کے زمانہ میں بریلی میں ڈپٹی انسپکٹر تھے۔ قیاس یہ کہتا ہے کہ آپ بریلی کالج میں تدریس کے فرائض بھی سرانجام دیتے ہوں گے اور شعبۂ تعلیم میں ڈپٹی انسپکٹر کے عہدہ پر کام بھی کرتے ہوں گے۔ یا یہ ہو سکتا ہے کہ آپ نے کچھ عرصہ بریلی کالج میں بحیثیت پروفیسر کام کیا ہو اور اس کے بعد آپ کا تقرر ڈپٹی انسپکٹر کے عہدہ پر کر دیا گیا ہو۔ اس کی تائید مندرجہ ذیل اقتباس سے ہوتی ہے محمد ایوب قادری سوانح مولانا محمد احسن نانوتوی کے حاشیہ پر لکھتے ہیں۔[5]

"مولانا ذوالفقار علی ولد شیخ فتح علی، دیوبند (ضلع سہارنپور) وطن ہے، مولانا مملوک العلی نانوتوی سے دہلی کالج میں پڑھے، بریلی کالج میں پروفیسر اور شعبہ تعلیم میں ڈپٹی انسپکٹر مدارس رہے۔"

الغرض مولانا ذوالفقار علی بریلی میں بسلسلہ ملازمت چند سال مقیم رہے آپ بریلی میں کب تک مقیم رہے اس سلسلہ میں ہماری معلومات تشنہ ہیں ہاں اتنا معلوم ہو سکا ہے کہ مولانا ذوالفقار علی سنہ ۱۸۵۷ء میں بریلی میں نہیں تھے اور سنہ ۱۸۵۷ء سے وہ یہاں سے تبدیل ہو کر میرٹھ چلے گئے تھے گذشتہ صفحات میں گارساں دتاسی کا حوالہ گذر چکا ہے جس میں وہ لکھتا ہے[6] (۱) مولانا محمد احسن نانوتوی اور محمد ایوب قادری (مکتبہ عثمانیہ کراچی، بار اول سنہ ۱۹۶۶ء، ص ۲۶-۴۵)

"وہ دہلی کالج کے طالب علم تھے، چند سال کے لیے بریلی کالج میں پروفیسر ہو گئے سنہ ۱۸۵۷ء میں وہ میرٹھ میں ڈپٹی

انسپکٹر مدارس تھے۔"

بریلی کالج کا مختصر تعارف

شمالی ہند میں دوآبہ کا میدان تہذیب و تمدن کا گہوارہ رہا ہے۔ ہندوؤں کے عہدِ قدیم میں بھی اور مسلمانوں کے زمانہ اقتدار میں بھی، مسلمانوں کے زمانہ میں علامہ سید سلیمان ندوی مرحوم "دہلی کے بعد علم کا موکب بدایوں آکر رکا۔" اور سرزمین بدایوں علم و فضل کے اعتبار سے ممتاز رہی روہیلوں کے عہد میں روہیل کھنڈ کا علاقہ علماء و صلحاء کی سکونت سے معمور ہو گیا۔ چھوٹے چھوٹے قصبے اور قریے گہوارہ علم بن گئے روہیلوں کے مستقر آنولہ کی خاص طور پر ترقی ہوئی، بریلی کو "رشک دہلی" کا مقام ملا، رامپور نے "بخارائی ہند" کا درجہ پایا۔ پیلی بھیت "حافظ آباد" کے نام سے مشہور ہوا۔ اور اسے خاصی ترقی ہوئی ___ سنہ ۱۷۷۴ء میں روہیلوں کے استیصال کے بعد نواب وزیر اودھ کے عہد میں یہ گنجان اور زرخیز علاقہ بری طرح تاخت و تاراج اور ویران کیا گیا، مساجد، معابد، خانقاہیں اور مدرسے مسمار کئے گئے، شعائر اسلامی کی اعلانیہ بے حرمتی کی گئی۔

نومبر ۱۸۰۱ء میں روہیل کھنڈ کا علاقہ انگریزوں کی حکومت میں آیا آہستہ آہستہ نظم و نسق قائم ہوا۔ تعلیم کی طرف توجہ دی گئی، سنہ ۱۸۳۷ء میں بریلی میں اسکول کا قیام ہوا، ۱۸۴۱ء میں سکول کی عمارت کی تعمیر شروع ہو گئی جو سنہ ۱۸۴۳ء میں اتمام کو پہنچی۔ اس وقت کلارک کلکٹر بریلی میں تھے۔ ان کی کوششوں کو بھی بریلی کی تعلیمی ترقی میں بڑا دخل تھا۔ بریلی کے اس سکول کو خوب ترقی ہوئی۔ نواب نیاز احمد خاں ہوش بریلوی مؤلف تاریخ روہیل کھنڈ لکھتے ہیں[۱] (تاریخ روہیل کھنڈ از نواب نیاز احمد ہوش بریلی (مطبوعہ روہیل کھنڈ لٹریری سوسائٹی بریلی سنہ ۱۹۶۶ء، ص ۵۹)

"بریلی اسکول کو سنہ ۱۸۴۶ء میں زیادہ ترقی ہوئی"

اس کی وضاحت منشی گلزاری لال تواریخ ضلع بریلی میں اس طرح کرتے ہیں[۲] (تواریخ ضلع بریلی از منشی گلزاری لال (قلمی) مخزونہ نیشنل میوزیم آف پاکستان کراچی بحوالہ مولانا محمد احسن نانوتوی از محمد ایوب قادری (مکتبہ عثمانیہ کراچی بار اول سنہ ۱۹۶۶ء ص ۴۲-۴۳)

اسکول گھر بیاں (بریلی) کا مثل اسکول آگرہ اور دہلی نہایت مشہور اور نامی ہے" بریلی کی یہ درسگاہ، اور میرٹھ سکول دہلی کالج کے شاخ قرار پائے۔ سنہ ۱۸۵۰ء میں بریلی کا یہ سکول کالج بنا دیا گیا جو بعد میں بریلی کالج سے مشہور ہوا۔ یہ ہے بریلی کالج کا مختصر تعارف۔

ڈپٹی انسپکٹر مدارس

مولانا ذوالفقار علی محکمہ تعلیم میں مندرجہ ذیل مقامات پر ڈپٹی انسپکٹر مدارس رہے ہیں۔ مظفر نگر، دیرہ دون، سہارنپور، بریلی اور میرٹھ میں ڈپٹی انسپکٹر مدارس رہے ہیں۔ تذکرۃ البلاغۃ مؤلفہ مولانا ذوالفقار علی سنہ ۱۹۲۳ء کے سرورق پر لکھا ہوا ہے۔ "ڈپٹی انسپکٹر مدارس ضلع سہارنپور" جس سے معلوم ہوا کہ آپ ضلع سہارنپور میں بھی ڈپٹی انسپکٹر مدارس رہے ہیں۔ دارالعلوم دیوبند کی سنہ ۱۳۲۲ھ کی روئیداد میں مولانا فضل الرحمان (والد مولانا شبیر احمد عثمانی) کا وہ مرثیہ طبع ہوا ہے جو انہوں نے مولانا ذوالفقار علی کی وفات پر لکھا اس سے پہلے یہ ذکر موجود ہے کہ مولانا مظفر نگر، دیرہ دون میں ڈپٹی انسپکٹر مدارس رہے ہیں۔ اس باب میں صرف اتنی معلومات ہمیں فراہم ہو سکی ہیں۔

پنشن

مولانا ذوالفقار علی سنہ ۱۲۸۳ھ / ۱۸۶۷ء سے پہلے پنشن آ چکے تھے، مولانا مناظر احسن گیلانی سوانح حیات قاسمی میں لکھتے ہیں[۱] (سوانح قاسمی از مناظر احسن گیلانی (دیوبند، سنہ ۱۳۷۵ھ) "یہ دونوں حضرات (مولانا ذوالفقار علی اور مولانا فضل الرحمن) تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد حکومت کے تعلیمی محکمہ میں ڈپٹی انسپکٹر ہو کر وظیفہ (پنشن) پانے کے بعد اپنے وطن دیوبند میں خانہ نشین ہو چکے تھے۔ اور خانہ نشینی کے بعد ہی غالباً یہ دونوں بزرگ مسجد چھتہ کی مجلسِ انس کا جزو ہوئے۔ مجلس انس سے مراد بانیانِ دارالعلوم دیوبند ہیں۔

دارالعلوم دیوبند کا قیام سنہ ۱۲۸۳ھ / ۱۸۶۷ء میں ہوا اور مولانا ذوالفقار علی دارالعلوم کی بنا میں شریک تھے اور شروع ہی سے دارالعلوم کی مجلس شوریٰ کے رکن رکین رہے اور تقریباً چالیس سال تک مجلس شوریٰ[۱] کے رکن رہے ہیں۔ دارالعلوم کے پہلے سال کا امتحان مولانا مہتاب علی (مولانا ذوالفقار علی کے بڑے بھائی) مولانا محمد قاسم نانوتوی اور مولینا ذوالفقار علی نے لیا۔ (اس کی تفصیل اپنے مقام پر آئے گی) حاصل یہ کہ یہ بات بالکل قرین قیاس ہے کہ مولانا ذوالفقار علی سنہ ۱۸۶۷ء / ۱۲۸۴ھ میں پنشن آ چکے تھے البتہ پنشن کا حکم سنہ ۱۳۰۱ھ میں آیا۔ مولانا اصغر حسین حیات شیخ الہند میں لکھتے ہیں۔ (حیات شیخ الہند از مولانا اصغر حسین (دارالکتب اصغریہ دیوبند سنہ ۱۳۶۷ھ / ۱۹۴۸ء) ص ۹)

ان مخدومہ (مولانا ذوالفقار علی کی رفیقہ حیات) کا انتقال سنہ ۱۳۰۱ھ میں حضرت (شیخ الہند) کے والد ماجد سے تئیس برس پہلے ہو گیا تھا ان کی وفات کے روز ایک عجیب اتفاق پیش آیا۔ حضرت کے والد ماجد کی پنشن کا عرصہ سے انتظام ہو رہا تھا پنشن کا باضابطہ حکم ان مخدومہ بی بی کے انتقال سے نصف

گھنٹہ بعد پہنچا۔"

دیوبند میں آنریری مجسٹریٹ

مولانا ذوالفقار علی دیوبند میں آنریری مجسٹریٹ بھی رہے ہیں۔ محمد ایوب قادری لکھتے ہیں[۱]

(مولانا محمد احسن نانوتوی از محمد ایوب قادری، مکتبہ عثمانیہ کراچی بار اول سنہ ۱۹۶۶ء)

"مولانا ذوالفقار علی پنشن پانے کے بعد دیوبند میں آنریری مجسٹریٹ رہے ہیں"

مولانا ذوالفقار علی اس منصب پر زیادہ عرصہ نہیں رہے آپ نے اس منصب سے استعفیٰ دیدیا تھا۔

درس و تدریس

بعض قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ مولانا ذوالفقار علی کا پنشن پانے کے بعد دیوبند میں مشغلہ تدریس رہا ہے، مولانا اصغر حسین حیات شیخ الہند میں لکھتے ہیں[۲] (حیات شیخ الہند از مولانا اصغر حسین (دار الکتب اصغریہ دیوبند سنہ ۱۹۳۷ء صفحہ ۱۲)

"سنہ ۱۲۸۹ھ تک حضرت (شیخ الہند محمود الحسن) نے تمام صحاح ستہ اور دیگر فنون کی اعلیٰ کتب مولانا (محمد قاسم نانوتوی) کی خدمت میں ختم فرمائیں۔ اور اسی زمانہ میں باوقات مختلفہ ادب کی بعض کتب اپنے والد ماجد سے پڑھیں"

سید محبوب رضوی مولف تاریخ دیوبند لکھتے ہیں[۳] (تاریخ دیوبند از محبوب رضوی (ادارہ تاریخ دیوبند سنہ ۱۹۵۲ء ۱۳۷۲ھ صفحہ ۱۲۶)

"شیخ الہند مولانا محمود حسن نے فنون کی بعض اعلیٰ کتابیں والد ماجد سے پڑھیں"

پروفیسر انوار الحسن شیرکوٹی مولف انوار قاسمی نے مجھ سے ایک روایت بیان کی، فرماتے ہیں کہ مجھے مولانا قاری محمد طیب مہتمم دار العلوم دیوبند نے بتایا کہ میں مکتب میں جب پڑھنے بیٹھا تو مجھے بسم اللہ مولانا ذوالفقار علی نے شروع کرائی تھی۔

الغرض مولانا ذوالفقار علی سے طلبہ عربی علمی استفادہ کرتے رہے ہیں"

(باقی آئندہ)

بقیہ : حنفی محدثین

مسلک

آپ حنفی المسلک تھے، طاش کبری زادہ تحریر فرماتے ہیں

ومن الائمۃ الحنفیۃ یحیی بن زکریا بن ابی زائدۃ۔

یحیی بن زکریا بن ابی زائدہ ائمہ حنفیہ میں سے ہیں (مفتاح السعادہ ج ۲ ص ۱۱۹)

دعا مغفرت کی درخواست

○ میرے انتہائی مخلص و کرمفرما مولانا قاری محمد تقی الاسلام صاحب مقیم ریاض سعودی عرب کی بڑی ہمشیرہ صاحبہ لاہور میں انتقال فرما گئیں۔

موصوف کی ضعیف العمر والدہ محترمہ اس طرح کے کئی حادثات سے دوچار ہو چکی ہیں

قارئین سے بڑے اخلاص سے دعا کی درخواست ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحومہ کی مغفرت فرمائے۔ اور قاری صاحب موصوف اور جملہ متعلقین کو بہترین اجر سے نوازے۔

○ اُدھر مولانا محمد یعقوب صاحب ربانی چوہڑکانہ کے نیک فطرت شاگرد اور مولانا محمد رمضان خطیب مریدکے کے چھوٹے بھائی مولوی محمد عارف صاحب کا حادثہ سب اہل تعلق کے لیے پریشانی کا باعث ہے اللہ تعالیٰ اپنے کرم کا معاملہ فرمائے۔ (ادارہ)

خاندانی منصوبہ بندی ؟

بڑا کنبہ بڑا ثواب

- حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" جو لوگ سب سے پہلے جنت میں داخل ہوں گے ان میں سے ایک وہ ہوگا جس کا کنبہ بڑا ہو۔ اور اس کے اعمال تقوٰی سے آراستہ ہوں"۔ (ابن خزیمہ و ترمذی ترغیب ص۱۵ جلد۳)

- ـــــ حضرت کعب بن عجرہؓ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔" جو اپنے چھوٹے بچوں کو پالنے کیلئے دوڑ دھوپ کرتا ہے، اُسے اللہ کے راستے میں جہاد کرنے کا اجر ملتا ہے۔ (طبرانی برجال الصحیح ترغیب ص۱۲ جلد۳)

- ـــــ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں" جب بندے کے گناہ زیادہ ہوجاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اُسے بال بچوں کے فکر میں مبتلا کر دیتا ہے۔ تاکہ اس غم و فکر کی وجہ سے اس کے گناہ مٹتے رہیں ـــــ (احمد احیاء العلوم ص۳۲ جلد۲)

- ـــــ حجۃ الاسلام امام غزالیؒ لکھتے ہیں" بعض ایسے گناہ ہوتے ہیں جن کو بال بچوں کا فکر اور معاش کا غم ہی مٹا سکتا ہے ـــــ (احیاء العلوم ص۳۲ جلد۲)

- ـــــ حضرت عبداللہ بن مبارکؒ جب ایک میدان جنگ میں جہاد کر رہے تھے۔ اپنے ساتھیوں سے فرمایا " کیا تم جانتے ہو کہ ہمارے اس جہاد کے عمل سے کس کا عمل بہتر ہے؟ ـــــ پھر خود ہی فرمایا ـــــ " جس کے بال بچے زیادہ ہوں، اور کسی کے آگے دستِ احتیاج نہ پھیلاتا ہو اگر وہ رات کو اٹھ کر اپنے بچوں کو جو اوپر سے ننگے سو رہے ہوں۔ اپنی چادر سے ڈھانپ دے تو اس کا یہ معمولی عمل ہمارے اس جہاد سے افضل ہے ـــــ "

- ـــــ ایک شخص نے اپنے شیخ کو لکھا ـــــ " حضرت دعا کیجئے کہ میں بال بچوں کے عذاب سے چھوٹ جاؤں ـــــ آپ نے واپسی جواب میں لکھا ـــــ " اگر عذاب سے چھوٹ جاؤ گے۔ تو ثواب سے بھی چھوٹ جاؤ گے ـــــ "

- ـــــ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ لکھتے ہیں ـــــ جو حاملہ عورت اپنے بچے کا بوجھ اٹھاتی ہے، اُسے رات کو قیام اور دن کو روزہ رکھنے اور اللہ کے راستے میں جہاد کرنے کے برابر ثواب ملتا ہے ـــــ اور جب وضع حمل کی تکلیف برداشت کرتی ہے تو اُسے اس کی ہر تکلیف کے بدلے میں ایک ایک غلام آزاد کرنے کا ثواب ملتا ہے ـــــ

اور جب ماں اپنے بچے کو دودھ پلاتی ہے۔ وہ جتنی مرتبہ پلائے گی تو اُسے ہر مرتبہ اللہ کی طرف سے ایک اجر عظیم ملتا ہے ـــــ (الحدیث)

غنیۃ الطالبین ص۱۲۲

علامہ ابوالخیر اسدی

حفظِ قرآن، دولتِ ایمان

(عزیزی محمد ابوبکر سلمہٗ کے قرآن حفظ کرنے پر)

خاص رحمت ہوئی ربِّ رحمان کی
تجھ کو نعمت ملی حفظِ قرآن کی

ہو جِلا جس سے روح اور ایمان کی
عِلم و عرفان وہ دولت ہے انسان کی

"خیرُکُم" کا دِیا مژدۂ جانفزا
قدر کر شہِؐ طیبہ کے فرمان کی

عظمتیں اُس پہ لاکھوں ہی قربان ہوں
جس کے سینہ میں دولت ہو قرآن کی

دو جہاں کی سعادت کا ضامن ہے یہ
بات ہے اپنے ایمان و ایقان کی

عبد و معبود ہیں جس سے نسبت جُڑے
ذکر ایسا نہ نعمت ہی اس شان کی

اس کو پڑھ پڑھ کے رفعت پہ چڑھتے رہو
منزلیں ختم ہوں گی نہ قرآن کی

حفظِ قرآن اِک نعمت بے بدل
حافظوں کے لئے شکل فیضان کی

موردِ فیضِ حق وہ نہ کیونکر رہے؟
جس کے لب پہ ہو تکرار قرآن کی

فضل و احسان ترا تُو نے یُوں چُن لیا
ہم میں طاقت نہ تھی بارِ احسان کی

شکرِ ربّی بھلا ہو ادا کس طرح
ہو بیاں کس طرح شان ذی شان کی

جُرمِ عصیاں بہت ہیں تُو کر در گذر
رکھ تجلّی سدا وصف رحمان کی

بالوسیلہ شہِؐ دوسرا اے خدا
بخش دے دولتیں اپنے رجحان کی

تجھ پہ پرتو رہے صدقِ صدیقؓ کا
دل میں جرأت ہو فاروقؓ ذی شان کی

بن کے پیکر حیا کا رہو اس طرح
منعکس جس میں ہو شان عثمانؓ کی

علم و حکمت کا مہرِ درخشاں بنو
ہو جھلک جس میں حیدرؓ کے فیضان کی

حُبِّ اصحاب سرمایۂ زندگی
جس پہ قائم ہے بنیاد ایمان کی

تھامے رہیو سدا دامنِ مصطفیٰؐ
وہ مجسّم ہی صورت ہیں قرآن کی

زہد و تقوےٰ سے معمور ہو زندگی
جان ہے زہد و تقوےٰ مسلمان کی

بدرِ کامل کی مانند چمکو سدا
روشنی ہر سُو پھیلاؤ عرفان کی

اے ابوبکر! سُن لے نصیحت مری
رکھنا محفوظ دولت یہ ایمان کی

محمود احمد عارف ہوشیارپوری

انجمن خدام الدین لاہور
کی طرف سے شائع شدہ
قرآن عزیز
بہ تحشیہ جدیدہ
بہترین عکسی طباعت سے مزیّن
ترجمہ: شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی رحمۃ اللہ علیہ
ہدیہ
قسم اعلیٰ -/۲۰۰ روپے، کاغذ آسٹریا، وہائٹ پرنٹنگ، چرمی جلد
قسم اوّل: -/۷۵ روپے امپورٹڈ آفسٹ پیپر
قسم دوم: -/۵۰ روپے جلد ڈائی دار کاغذ مکینیکل گلیزڈ
قسم سوم: -/۲۱ روپے جلد سادہ کاغذ مکینیکل گلیزڈ
محصول ڈاک: -/۶ روپے
فی نسخہ زائد ہوگا۔
ناظم شعبہ تالیف و اشاعت انجمن خدام الدین دروازہ شیرانوالہ لاہور